دائرۃ المعارف

یعنی

معارف اعظم گڈھ

کی

اٹھائیسویں جلد

از

جولائی سنہ ۱۹۳۱ء تا دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء

مُرتَّبہ

سید سلیمان ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ

فہرست مضمون نگارانِ معارف

جلد بست و ہشتم جولائی ۱۹۳۱ء تا دسمبر ۱۹۳۱ء

(بہ ترتیب حروفِ تہجی)

فہرستِ مضامین

جلد بست و ہشتم جولائی ۱۹۳۱ء تا دسمبر ۱۹۳۱ء

جلد بست و ہشتم ۲۸	ماہ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء	عدد ۱

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

اس شمارہ سے **معارف** کی اٹھائیسوین جلد شروع ہوتی ہے، اور اب یہ اوسکی عمر کا سولہوان سال ہے، اب اردو رسالون مین زمانہ کو چھوڑ کر شاید ہی اتنا سن کوئی دوسرا رسالہ ہو، ہر چند کہ ترقی یافتہ ملکون کی صحافیات کی تاریخ مین کسی رسالہ کا اتنی عمر پاجانا ناقابل ذکر بات ہو، لیکن ہندوستان اور خصوصاً اردو دنیا مین کسی رسالہ کا زمانہ کے حوادث سے بچکر اتنی عمر بھی پاجانا بسا غنیمت ہے،

سیرۃ نبویؐ کی چوتھی جلد جو زیر طبع ہے، ابتک اوس کے چار سو صفحون کی کتابت ہو چکی ہے، اور تین سو صفحون کے قریب چھپ چکے ہین، ہماری پوری کوشش ہے کہ سال کے اخیر اخیر تک یہ پوری چھپ جائے، غالباً سات سو صفحون مین یہ تمام ہو، یہ پوری جلد مقدمہ کے بعد تعلیم محمدی کے حصۂ عقائد و عبادات پر مشتمل ہے، ہم نے اسمین تمامتر یہ کوشش کی ہے کہ اسلام جیسا کہ آنحضرت صلعم لائے، اوسکو بے کم و بیش لسان التماب علیہ السلام ہی کی وحی، اور الفاظ اور تشریحات مین دنیا کے سامنے پیش کرین،

کلکتہ کے اسلامی اخبار جمہور نے ہم کو مطلع کیا ہے کہ مسٹر صلاح الدین خدا بخش کا ایک انگریزی مضمون کلکتہ کے انگریزی اخبار انگلشمین مین چھپا ہے، جسمین واقعہ کربلا کی تفصیل ایسے الفاظ مین کیگئی ہے جو مسلمانون کے نقطۂ نظر سے سخت قابل اعتراض ہین، جہانتک ہمارا خیال ہے موصوف کے بہت کم مضامین طبعزاد ہوتے ہین، وہ اکثر کسی نہ کسی یورپین فاضل کے مضمون، رسالہ اور تالیف کا ترجمہ اپنے نام سے چھاپا کرتے ہین، یہ مضمون بھی اسی قسم کا ہوگا، مناسب تھا کہ

صاحب مضمون اپنے نام کے بجائے ان خیالات کے اصل مصنف کا پتہ دیتے، تاکہ انکی حیثیت نقل کفر کی ہوتی،

یورپین فاضلون نے ایک قسم کا اپنا یہ دستور بنا لیا ہے کہ جس بات کو عام مسلمان مانتے ہون وہ اسکے خلاف ثابت کر کے اپنی فضیلت کا ثبوت پیش کرین، عام مسلمان بنو امیہ کے "ضرر" کو ان کے "نفع" سے زیادہ سمجھتے ہین، پرنس کیتانی جس نے تاریخ اسلام کی نئی ترتیب دی ہے، اس نے سارا زور اس پر صرف کیا ہے کہ بنو امیہ کے محاسن و فضائل کا انبار لگا کر ان کی خطاؤن کو بھی صواب ثابت کیا جائے، عجب نہین کہ مسٹر خدا بخش موصوف کا یہ مضمون بھی اسی قسم کے ماخذ کی خوشہ چینی ہو،

ابھی پنجاب کے اخبارات مین ایک نئے فتنہ کی اطلاع شائع ہوئی ہے، پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ اسلام مین مسٹر خدا بخش کی ترجمہ کی ہوئی جرمن فاضل ڈاکٹر وائل کی کتاب "تاریخ اقوام اسلامیہ" (ہسٹری آف اسلامک پیپلز) اور انگریزی مستشرق ڈاکٹر نکلسن کی "تاریخ ادبیات عرب" (لٹریری ہسٹری آف عربیا) ایم اے اور بی اے کے امتحانات مین داخل کیگئی ہے، ان دونون کتابون مین اسلام، عقائد اسلام، داعی اسلام علیہ السلام اور صحابۂ کرام کی نسبت نہایت گمراہ کن اوہام، نظریات اور فحش الزامات ہین، جنکو سننا بھی ایک مسلمان گوارا نہین کر سکتا، اور کسقدر افسوس کی بات ہے کہ خود مسلمان ان کتابون کے ترجمے کرتے ہین اور خود مسلمان ہی ان کو کورس مین داخل کرتے ہین، اور خوش ہوتے ہین کہ ہم نے مسلمانون کا بہت بڑا کام انجام دیا،

زنادانی برادر گردہم دم کارِ من ضائع
عجب ترا این کہ بر من منتِ بسیار ہم دارد

لیکن غور کے قابل اصلی سوال یہ ہے کہ پچاس برس کی جدید تعلیم مین کیا ہماری قوم مین کوئی ایک بھی ایسا مورخ، تاریخ اسلام کا مصنف یا فاضل پیدا ہوا جو اپنی تاریخ اسلام کا آپ مصنف ہوتا، سید امیر علی مرحوم کی استثنائی

مثال کو چھوڑ کر کوئی ایک نظیر بھی پیش کی جا سکتی ہے، جسکا قلم تاریخ اسلام کے لئے مدافعانہ کارفرما ہو، اور اسکی انگریزی ادبیت اس لائق ہو کہ اسکے قلم کی لکھی ہوئی تحریر یونیورسٹی کے نصاب کے معیار کے مطابق ہو، یہ کام جدید لائق تعلیم یافتہ اصحاب کا تھا کہ وہ اس فرض کو انجام دیتے، اور مسلمان طالب علمون کے دل و دماغ کی نشو و نما اور تربیت کیلئے سر و سامان بہم پہنچاتے، اب اگر ایسا نہین کیا گیا، اور نہین کیا جا سکتا، تو اسلامی تاریخ کا شعبہ قائم کر کے خود اپنے ہاتھون سے اپنے نوجوان مسلمانون کی اسلامی روح کو قتل کیون کرتے ہو،
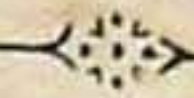
مسلمانون کی اسی علمی بے بضاعتی کا نتیجہ ہے کہ عربی کا کورس مقرر کیا جائے، تو اوکمین بیروت کے کیتھولک پادریون کی کتابین پڑھائی جائین، اسلامی تمدن کا درس دینا ہو، تو مصر کے عیسائی مصنف جرجی زیدان کی اون کتابون کو پڑھاؤ جنکو مارگولیوتھ کے قلم نے انگریزی مین منتقل کیا ہے، عربی ادب کی تاریخ پڑھانی ہو تو نکلسن کی تاریخ ادبیات عرب اون کے درس مین داخل کرو، اگر فرق اسلامی کی تاریخ جاننی ہو تو وان کریمر کے ان مضامین کا مطالعہ کرو جنکو ایک مسلمان نے انگریزی کا جامہ پہنایا ہے، اگر اقوام اسلامی کی تاریخ کی تعلیم مقصود ہو تو ڈاکٹر وائل کی کتاب ان کے ہاتھ مین دو، اور انتہا یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی مین ادب عربی سکھانی ہو تو عربی انجیل پڑھوائی جائے، ہماری اس تلخ نوائی سے ہمارے دوستون کی بزم عیش تو مکدر نہین ہو رہی ہے،

من از بیگانگان ہرگز ننالم
کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد

مگر اس سے زیادہ ماتم انگیز کیفیت یہ ہے کہ مسلمان اخبارات اور مسلمان رہنماؤن کو یہ جوش اسی وقت آتا ہے، جب یہ خیالات کسی نامسلم کے قلم سے ادا ہوتے ہین، اگر وائل اور نکلسن اور مارگولیتھ یہ کرین تو قتل کر دئے جائین، اگر ہیچ یہ زبان درازی کرے تو اس کی زبان کھینچ لی جائے، سٹیٹسمین کوئی ناشایستہ مضمون لکھے تو اس کے دفتر پر حملہ کر دیا جائے،

اگر راجپال گستاخی کرے تو گردن زدنی ٹھہرے، اور ہمارے اخبارات پشاور سے لیکر کلکتہ تک اپنی مشہور اسلامی غیرت و حمیت کے مظاہرہ مین آسمان و زمین ایک کر دین، مگر کیا یہ سارا جوش غضب اور طوفان غیظ انھین کے مقابلہ مین ہے جن کے نام اسلامی قسم کے نہون، اگر کوئی مسلمانون جیسا نام رکھکر عقائد اسلامی کا مضحکہ کرے، حور و بہشت کا مذاق اڑائے، بعض صحابہ کرام پر عامیانہ طرز مین جھوٹے شرمناک الزام تراشے، تمام ائمہ اعلام اور علمائے اسلام کو ایک طرف سے بلا استثنا، عامیانہ دشنام طرازی کا نشانہ بنائے، عقائد اسلامی کے بعض کمزور ماخذون کی تلاش مین اپنے مزعومہ علم و دانش کا مظاہرہ کرے تو ہمالیہ سے لیکر راس کماری تک کسی مسلمان کی غیرت و حمیت کی رگ مین جنبش نہین ہوتی، اگر مغلپورہ کالج کا کوئی پرنسپل اور کسی آریہ یا عیسائی مشنری اسکول کا ماسٹر اسلام، عقائد اسلام اور صحابہ کرام کے خلاف گستاخی کرے تو دفعۃً اس کے خلاف ہم مورچہ لگا دیتے ہین، اور زبان و قلم کا کوئی حملہ نہین ہوتا جو مسلمان طالب علمون کی دینی حفاظت کی خاطر نہین کیا جاتا، لیکن اگر یہی سب صورتین کسی مسلمان نام صاحب قلم کے زیر ترتیب رسالہ سے مسلسل اور باقاعدہ ہر مہینہ پیش آئین تو کیا یہ مسئلہ اسقدر بھی قابل غور نہو کہ خود مسلمانون کو اپنے سرمایہ سے اس زہر کے پھیلانے مین کہان تک مدد دینی چاہئے، امید ہے کہ مسلمان اور اسلامی اخبارات ذرا اس پر غور فرمائین گے،

اصلی مرض کیا ہے یہی کہ ہمارے دلون سے خود ہمارے علماء، مصنفین اور مورخین کی قدر و منزلت گر گئی ہے، آج ہمکو مصنف "فلسفہ مذہب" کی طرح قرآن کی کسی آیت اور رسول کی کسی حدیث کی صحت کا یقین اسوقت تک نہین آتا جب تک اس کی تائید مین کسی گولڈزیہر، کسی انگریزی ڈاکٹر، کسی ڈاکٹر ٹائلر کا قول نظر سے نہ گذرے، یہی حال آج اسلام کی تاریخ و تمدن کا بھی ہے کہ وہ جب تک نولڈیک، زاخاؤ، ڈوزی، نکلسن، مارگولیوتھ کے قلم سے نہ نکلے مسلم نہین اور یہ نہین سمجھتے کہ دشمنون کے گھر سے زہر کے بجائے نوشدارو ملنے کی توقع کرنا کسقدر بے سود ہے،

مقالات

وحی اور ملکۂ نبوت[1]

حکمائے اسلام نے وحی کی حقیقت ملکۂ نبوت کے لفظ سے ظاہر کی ہے، اسکی تشریح یہ ہے کہ ترتیب کائنات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات مین علم اور تعقل نے پستی سے بلندی کی طرف رفتہ رفتہ ترقی کی ہے، جمادات بے حس ہین، اس کے اوپر نباتات ہین جنمین صرف محدود احساس ہوتا ہے، اور دماغی قویٰ حافظہ، تذکر اور غور و فکر کی قوت سے وہ محروم ہین، ان سے اونچے حیوانات ہین جنمین یہ تمام قویٰ ناقص طریقے سے نمودار ہوتے ہین، اور آخر ان سے بالاتر ہستی یعنی انسان مین جاکر یہ پورے کمال مین ظاہر ہوتے ہین، ان قویٰ کی ترقی یہین تک محدود نہین ہے، بلکہ جس طرح نباتات مین وہ قوت احساس ہے جس سے جمادات محروم ہین، اور حیوانات مین حافظہ، تصور، تعقل، وغیرہ کی وہ قوتین ہین جو نباتات مین نہین، اور انسان مین وہ دماغی و ذہنی قویٰ ہین جو حیوانات مین نہین، اسی طرح انبیاء مین علم و تعقل کی ایک ایسی قوت موجود ہوتی ہے، جو عام انسانون مین نہین ہوتی، اور اسی کا نام **ملکۂ نبوت** ہے، جو اس طرح، مادیات کو دریافت کرتے ہین، دماغی قویٰ مادیات سے بلند ذہنیات اور عقلیات کو، اور ملکۂ نبوت اس سے بھی اونچا جاتا ہے، وہ ذہنیات و عقلیات سے بلند تر حقائق یعنی غیبیات کو دریافت کرتا ہے، اس ذریعہ علم مین غور و بحث اور منطقیانہ فکر و نظر اور ترتیب مقدمات کی ضرورت نہین پڑتی، بلکہ حقائق اس طرح سامنے آتے ہین جس طرح وجدانیات، فطریات، بدیہیات اور محسوسات سامنے آتے ہین، اور انھین کی طرح وہ یقینی بھی ہوتے ہین، دیکھو اس مین علم انسانی کے عام ذریعون اور طریقون یعنی وجدان، فطرت نوعی، بداہت اولیہ احساس

[1] ماخوذ از سیرۃ النبی جلد چہارم زیر طبع،

اور غور و فکر سے معلومات حاصل نہین کئے جاتے، بلکہ خود علام الغیوب اپنا علم ان انسانی وسائط کے بغیر ان کو عطا کرتا ہے، زبان شرع مین اسی کو **وحی** و الہام کہتے ہین، علم کلام کی اصطلاح مین **ملکۂ نبوت** اور عام محاورہ مین اس کو **غیبی علم** کہہ لیجئے،

لیکن اہل نقل کے نزدیک، وحی کی یہ صورت نہین، بلکہ اللہ تعالیٰ خود پیغمبرون کو وقتاً فوقتاً اپنے احکام اور ارادون سے براہ راست یا فرشتون کے ذریعہ سے مطلع کرتا رہتا ہے، یہی وحی ہے،

امعانِ نظر سے معلوم ہوگا کہ اہل عقل و نقل کے اختلاف کا منشا یہ ہے کہ آیا وحی خود پیغمبر کے مافوق اور غیر معمولی وہبی علم و فہم کا نتیجہ ہوتا ہے، یا خود براہ راست وقتاً فوقتاً تعلیم ربانی کا، دوسرے لفظون مین یون کہو کہ جس طرح عام انسانون مین علم و فہم کی قوت آغاز پیدائش ہی مین فطرۃً ودیعت کردیجاتی ہے، اسی طرح انبیا مین منشائے الٰہی جاننے کی قوت بھی شروع ہی مین فطرۃً ودیعت کردیجاتی ہے، یا یہ کہ فطرۃً تو وہ ویسے ہی عام انسانی طریقہ کا طبعی علم و فہم رکھتے ہین مگر اللہ تعالیٰ نبوت کے بعد اپنے منشائے الٰہی سے ان کو کسی غیبی ذریعہ سے وقتاً فوقتاً آگاہ کرتا رہتا ہے،

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حقیقتِ عقل کی نقل سے اور نقل کی عقل سے علیحدگی مین نہین، بلکہ اتحاد مین ہے، وہ لوگ جو عقل و نقل دونون کے جامع ہین وہ ان دونون کو مجتمع کرتے ہین،

یار ما این دارد و آن نیز ہم،

انبیاء علیہم السلام مین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بفطرت اور آغاز پیدائش سے ان امور کے متعلق جنکا ان کی رسالت و نبوت سے تعلق ہے اور جنکو دین کہتے ہین وہ کلی استعداد، اور عمومی فہم ہوتا ہے، جس سے غیر انبیاء محروم ہین، اور اس پوشیدہ قوت کا ظہور اس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب وہ نبوت کے منصب پر عملاً سرفراز ہوتے ہین، اسی کا نام "ملکۂ نبوت ہے"، اور اہم امور دین کے متعلق ان کو وقتاً فوقتاً جو غیبی اطلاع ملتی رہتی ہے اسکا نام "وحی" ہے،

آج کل قرآن فہمی اور عقل کے بدعیون اور نقل کے لفظی پابندون مین جو اختلاف پیدا ہے وہ دراصل
انھین دو قوتون کے درمیان تمیز نہ کرنے کا نتیجہ ہے، نقل کے لفظی پابند یہ سمجھتے ہین کہ ہر لفظ جو نبی کے منہ سے نکلتا ہو
وہ اسی معنی مین وحی ہی جس معنی مین قرآن ہے، اکہ وہ براہ راست خدا کی غیب کی اطلاع ہے، اور عقل کے مدعی یہ
سمجھتے ہین کہ قرآن بیشک خدا کی براہ راست وحی ہی، مگر اس کے ماسوا رسول جو کچھ کہتا ہو وہ اس کی پیغمبرانہ
نہین، بلکہ انسانی وبشری علم وفہم کا نتیجہ ہے، لیکن حقیقت ان دونون کے ماورا ہے، جیسے وحیِ قرآنی وحیِ کرامت
ہے، اسی طرح نبی کے دوسرے احکام، اس کے عام انسانی وبشری علم وفہم کا نہین بلکہ اس کی پیغمبرانہ وہبی قوت علم
وفہم کا نتیجہ ہین، جو وحی کی ایک دوسری قسم اس لئے کہی جا سکتی ہی کہ اس کا منشا "ملکۂ نبوت" کے ذریعہ وحی ربانی کی
ترجمانی ہی، اس لئے پیغمبر کی وحی اور ملکۂ نبوت دونون کے احکام یکسان واجب الاتباع ہین،

کتاب اور سنت

اس تقریر کا منشا یہ ہے کہ پیغمبر کو جو علم حاصل ہوتا ہی، اس کی دو قسمین ہین، ایک وحی حقیقی یعنی
وہ علم جسکو اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اپنے خاص الفاظ مین پیغمبر پر نازل کرتا رہتا ہی، اور جس کے مجموعہ کو کتاب الٰہی، صحیفۂ
ربانی، تورات، انجیل، زبور اور قرآن کا نام دیا گیا ہی، دوسرا وہ علم جو پیغمبر کے ملکۂ نبوت، یا نور نبوت، یا فہم نبوت
کا نتیجہ ہوتا ہے، پہلا علم اصلی اور دوسرا ضمنی ہے، یا یون کہو کہ پہلا اصولی اور دوسرا فروعی ہے، یعنی علم اول پیغمبر پر
شریعت کے غیر متبدل اور ازلی احکام کلیہ اور مہمات کو واضح کرتا ہے، اور دوسرا علم پہلے علم کے غیر متبدل کلی اصول
کے ماتحت اس کے مقصود کی صحیح تشریح، اور اس کے جزئیات کی ضروری تفصیل کرتا ہے، اور غیر اہم اور متبدل
امور کے متعلق ہنگامی، وقات مین مصلحتی احکام بتاتا ہے، اور اسی دوسرے قسم کا علم ہے جو روایات اور احادیث
کی صورت مین ہے، اور جس کو اہل اصول اصطلاحاً **سنت** کہتے ہین، **کتاب** اصولی احکام ہین، اور **سنت**
ان اصولی احکام کی تشریح اور بیان ہے، کتاب براہ راست وحی الٰہی کا نتیجہ ہے، اور سنت، ملکۂ نبوت
اور فہم نبوی کا، کتاب بلفظہ وحی ہے، اور سنت بالمعنی،

وحی متلو اور وحی غیر متلو

بعض علمائے اصول نے کتاب اور سنت دونون کو وحی مانا ہی، اور ان دونون کے

درمیان تفریق یہ کی ہی کہ کتاب اُس وحی کا نام ہی جسکی تلاوت کیجاتی ہی، اور سنت اُس وحی کو کہتے ہین جسکی تلاوت نہین کیجاتی،
اس تشریح کا مقصود حقیقۃً تلاوت یا عدم تلاوت نہین ہے، بلکہ یہ ہے کہ کتاب مین معنی کے ساتھ الفاظ بھی وحی ہین اور
وہ الفاظ بھی محفوظ ہین، انکا حرف حرف اور نقطہ نقطہ و انا لہ لحافظون کی پیشینگوئی مین داخل ہے، اور اسلئے
انمین الفاظ کی کمی بیشی، حذف و اضافہ محال ہی، اور سنت مین الفاظ کی نہین صرف معانی کی حفاظت ہے، اسی لئے
کتاب کی وحی مدوّن، مکتوب اور محفوظ کی گئی اور نماز مین اس کی تلاوت کا حکم ہی، اور سنت کی وحی بالفاظہا مقصود
نہین، اس لئے اس کی لفظی حفاظت کو کوئی اہمیت نہین دیگئی، اور نہ نماز مین اُس کے الفاظ تلاوت کئے جاسکتے ہین
اور نہ انکو کتاب الٰہی کہا جا سکتا ہی، مگر معنیً کلی حیثیت سے انکی حفاظت خود قرآن کے اندر ہے، اور جزئیات کی حیثیت سے
گو الفاظ مین نہین، مگر عمل مین خود رسول، اس کے پیرو، پھر پیرو در پیرو، یہان تک کہ تمام مسلمانون کے عملدرآمد سے
بتواتر عمل محفوظ ہے، اور بعد کے اماموں نے تحقیق کرکے الفاظ اور کتبِ حدیث کے اوراق مین بھی انکو محفوظ کر دیا ہی،
سنت کو وحی کہنا اس لحاظ سے ہے کہ اس کے جزئیات وحی حقیقی یعنی کتاب کے اندر داخل ہین، اور اسکی کلیت
مین سنت کے تمام احکام مندرج ہین، بنابرین چونکہ سنت وحی کے کلی منشا کے اندر داخل ہی، وہ بھی ضمنی حیثیت سے وحی
کہی جا سکتی ہے، اور اس لئے کہ اس مین الفاظ کی تعیین خدا کی طرف سے نہین وہ غیر متلو قرار پائی،
اس فرق کا راز یہ ہے کہ کتاب کی حیثیت اصلی کلی قانون کی ہے، قانون کے اصل منشا کی حفاظت اور وضاحت
کے لئے نہ صرف اس کے ایک ایک لفظ کے محفوظ رہنے کی ضرورت ہوتی ہی بلکہ اس کے ایک ایک نقطہ، شوشہ، وقف، وصل،
فصل، عطف، قطع، تقدم، تاخر یعنی آج کل کی اصطلاح مین ایک ایک ڈیش اور کومے کی بعینہ حفاظت کی ضرورت ہے،
ورنہ ذرا سے تغیر مین مطلب کچھ کا کچھ ہو سکتا ہی، اور سنت کی یہ کلی قانونی حیثیت نہین ہی، بلکہ وہ اُس کلی قانون کی تشریحات
تفصیلات اور جزئیات ہین، جو درحقیقت اس کے اندر مندرج تھے، مگر چونکہ عام لوگون کی فہم مین نہین آتے تھے،
یا عام لوگ اس کو نہین سمجھتے تھے، اس لئے صحابہ کے دریافت پر یا خود حضور صلعم نے اس کی ضرورت محسوس فرما کر
اس کو کھول کر بیان فرما دیا تھا کہ پھر اشتباہ نہ رہ جائے،

اس مقام پر ایک اور نکتہ بھی ہے کہ کتاب الٰہی مین جو حکم جن الفاظ مین ادا ہوا ہے، وہ اگر بعض کم فہم انسانون کی سمجھ مین نہین آیا اور انھون نے آنحضرت صلعم سے اس کی تشریح چاہی، یا انھین نہین معلوم ہوا کہ اس خاص جزئی واقعہ کا کیا حکم ہے، اور اس لئے انھون نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا، تو اس کے جواب مین اگر آنحضرت صلعم قرآن پاک کے بعینہ انھین الفاظ کو بے کم و بیش دہرا دیتے تو وہ کیا سمجھ سکتے، کہ انھین کے نہ سمجھنے کے سبب تو سوال کی نوبت آئی، اس لئے ضرور تھا کہ آنحضرت صلعم الفاظ کو بدل کر طریقۂ تعبیر کو تغیر دیکر ان الفاظ کی تشریح فرمائین، اور یہی احادیث ہین،

درحقیقت احادیث مین قانون الٰہی اور کتاب ربانی ہی کے مفہوم و منشا کو رسول اللہ صلعم نے سمجھنے والون کی سہولت گراہون کی تکمیلِ ہدایت اور اصل منشاے الٰہی کی پوری توضیح اور کہین پوری تاکید کی خاطر مختلف لفظون، مختلف عبارتون اور مختلف تعبیرون سے ادا فرمایا ہے، اس لئے اصل مفہوم و منشا کے لحاظ سے احادیث کے معنی ضمناً وحی ہین، لیکن الفاظ، عبارت اور تعبیر کی حیثیت سے وہ قابلِ تلاوت نہین یعنی لفظاً وحی نہین ہین، بلکہ فہم نبوی، اجتہاد نبوی اور ملکۂ نبوت کے غیر خطا پذیر نتائج ہین،

ہم اس فرق کی ایک مثال دیکر اپنے مطلب کو زیادہ واضح کر دینا چاہتے ہین، قرآن پاک مین والدین کی خدمت اور اطاعت کا حکم ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی اشارہ ہے کہ والدین کی رضامندی گناہون کی مغفرت کا سبب ہے[1] یہ وحی الٰہی کا حقیقی منشا ہے، آنحضرت صلعم نے اس منشاے الٰہی کو ان مختلف الفاظ اور مختلف تعبیرون سے ادا فرمایا، "ماں کے پاؤن کے نیچے جنت ہے" کبھی ارشاد ہوا "رب کی خوشنودی باپ کی خوشنودی مین ہے" ایک صحابی نے دریافت کیا، کہ یا رسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے، فرمایا "تیری ماں، تیری ماں، تیری ماں، تیرا باپ" ایک دفعہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے، صحابہ حضوری کے شرف سے ممتاز تھے کہ زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے "وہ ذلیل ہوا، وہ ذلیل ہوا، وہ ذلیل ہوا" حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ! کون؟ ارشاد ہوا "وہ جس نے اپنی ماں یا باپ کی ضعیفی پائی اور پھر انکی خدمتگزاری کر کے جنت نہ حاصل کر لی" ایک اور مجلس مین صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم

[1] سورہ احقاف ۔ ۲،

نیکی کے تمام کامون مین خدا کو سب سے زیادہ کون کام پسند ہے، فرمایا "وقت پر نماز ادا کرنا" دریافت کیا اس کے بعد، فرمایا "ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا"

ان تمام احادیث پر معمولی سی متاملانہ نظر بھی یہ ظاہر کر دیگی کہ یہ سب کی سب حسب ذیل کی آیتون کی تشریح و بیان ہین،

وبالوالدین احسانا (بقرہ ۹، نساء ۶)	ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو،
ولا تقل لهما اف (اسرائیل، ۳)	وہ بوڑھے ہو جائین تو انکو اف نہ کہو،
اولئك نتجاوز عن سیاٰتهم (احقاف ۲)	یہ (ماں باپ کے خدمتگزار) وہ لوگ ہین جنکی بدیون سے ہم درگذر کرتے ہین،

یہی حال دوسرے قرآنی احکام کے بیانات و تشریحات کا ہے[1]

احادیث قرآن کا بیان ہین، قرآن پاک اور احادیث دونون پر جنکی عمیق و وسیع نظر ہے، انکو یہ برملا معلوم ہوتا ہے کہ احادیث صحیحہ کے تمام فرعی اور ثانوی احکام قرآن پاک کے عمومی اور کلی احکام کے تحت مین مندرج ہین، آنحضرت صلعم نے اپنے الفاظ مین صرف انکی تشریح فرمائی ہے، اس قسم کی حدیثون کی عموماً تین شکلین ہین، ایک وہ جنمین آنحضرت صلعم نے اپنے الفاظ مین حکم بیان فرمانے کے بعد خود قرآن پاک کی کوئی آیت اس کے ساتھ پڑھ دی، اس قسم کی حدیثون کے بیان ہونے مین کسی کو شبہہ نہین ہو سکتا، دوسری شکل یہ ہے کہ آپ نے آیت نہین پڑھی، مگر خود اس حکم مین ایک آدھ لفظ ایسے فرما دیئے ہین جو کسی آیت کا جزو ہین، جس سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ یہ حکم فلان آیت کی تشریح ہے، یا اس سے مستنبط ہے، اس صورت مین بھی اصل و فرع کی تمیز اہل علم کے لئے آسان ہے، تیسری شکل یہ ہے کہ آپ نے کسی آیت یا اشارہ کے بغیر صرف حکم بیان فرما دیا، اس قسم کی حدیثون کے ماخذ کی تلاش وقتِ نظر کا کام ہے،

[1] مجھے پہلے شبہہ تھا کہ مین اس رائے مین منفرد ہون مگر بحمد اللہ کہ تلاش و تفحص سے ثابت ہوا کہ دیگر متعدد علماے اصول کا یہی مسلک ہے، چنانچہ یہ خیال اجمالاً سب سے پہلے امام شافعی کی کتاب الرسالہ (صفحہ ۲۸ و ۹۰ و ۹۲) مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۲ھ مین ملا اور سب سے زیادہ مفصل یہ امام شاطبی اندلسی المتوفی ۷۹۰ھ کی اہم تصنیف الموافقات فی اصول الاحکام (جلد اول صفحہ ۳، ۱۱، ۲۲) مطبعہ سلفیہ مصر ۱۳۴۱ھ مین ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ مین بھی اس کا ایک باب ہے،

میرے نزدیک صحیح مسلک یہ ہے کہ رسول کے تمام صحیح زبانی احکام بھی اُس کے صحیفۂ ربانی سے ماخوذ و مستنبط ہیں، اور ان کے جزئیات کتاب الٰہی کے کلیات کے تحت مین مندرج ہین، اور رسول کا یہ اخذ، استنباط، اور فہم اسکی اس پیغمبرانہ قوت علم کا نتیجہ ہین، جنکو حکماء ملکۂ نبوت اور اہل شرع حکمت، الہام، اور شرح صدر وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے ہین، اور جو خطا اور غلطی سے یکسر پاک ہے،

اجتہاد نبوت | اس موقع پر علماے اصول کی ایک اور اصطلاح "اجتہاد نبوی" کی تشریح ضروری ہے، علماے اصول لکھتے ہین کہ جب کوئی نیا واقعہ آنحضرت صلعم کے سامنے پیش آتا، اور وحی نازل نہ ہوتی، تو آنحضرت صلعم اجتہاد فرماتے یعنی گذشتہ وحی شدہ احکام پر قیاس کرکے یا اُن سے استنباط کرکے آپ کوئی حکم دیتے تھے، چونکہ یہ مقدمہ اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ انبیا، گناہون سے معصوم، ضلالت وگمراہی سے پاک اور ہوائے نفسانی سے مبرا ہوتے ہین، اسلیے امور رسالت اور امورِ دین مین اُنکی کوئی رائے غلط نہین ہوسکتی کہ اُنکی غلطی سے پوری امت کا غلطی پر قائم ہوجانا مسلم ہے، حالانکہ اُن کی بعثت کی غرض ہدایت ہی، ضلالت نہین، ان وجوہ سے وہ اگر کبھی کسی ایسے نتیجہ پر پہنچ جاتے ہین جو مصلحت الٰہی کے مطابق نہین ہوتا، تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ فرماکر ان کو اپنی مرضی سے مطلع فرمادیا ہے، (اسکی مثالین آیندہ آئینگی) الغرض نبی کا بعض امور مین کسی خاص پہلوے خیر کو پیش نظر رکھکر اس سے بہتر پہلو سے تغافل کرنا یا علم غیب اور مستقبل کی خبر سے عدم واقفیت کے سبب سے اجتہادی خطا ہونا ممکن ہی، مگر اس خطا پر نبی کا قائم رکھا جانا ناممکن ہی ایسی صورت مین نبی کا ہر ایسا اجتہادی حکم جسکی تنبیہ واصلاح وحی سے نہین ہوئی یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ منشاے علم کے مطابق اور خطا اور غلطی سے مبرا ہی، اور اُسکے دوسرے معنی وحی خفی یا باطنی وحی کے ہین[1]،

میری رائے مین یہ اصطلاح بھی معنیً گذشتہ اصطلاحون کے قریب قریب ہے، اسلیے اس اجتہاد نبوی

[1] سطور بالا مین ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کے حوالہ کیلیے دیکھو شرح تحریر ابن ہمام المتوفی ۸۶۱ھ مسمّٰی بالتقریر والتحبیر علامہ ابن امیر الحاج المتوفی ۸۷۹ھ جلد ثالث صفحہ ۲۹۴، ۲۹۹ مطبعہ امیریہ مصر ۱۳۱۶ھ والتلویح فی کشف حقائق التنقیح والتوضیح فی متن غوامض التنقیح صدر الشریعۃ المتوفی ۷۴۷ھ جلد ۲ صفحہ ۵۲۴ مطبع مکتب صنائع قسطنطنیہ ۱۳۱۰ھ بحث الرکن الثانی فی السنۃ،

کے معنی الہام، حکمت، ملکۂ نبوت، فہم نبوی، وغیرہ گذشتہ اصطلاحات سے عملاً الگ نہین کہ اس کی حیثیت بھی وحی ثانوی کی قرار پاجاتی ہے،

اس مبحث پر شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغۃ مین نہایت خوبی سے بحث کی ہے، جس کا ترجمہ ہم ذیل مین درج کرتے ہین،

"ساتوان مبحث احادیث نبوی سے شریعت اخذ کرنے مین"

"علوم نبوی صلعم کے اقسام"

رسول اللہ صلعم کی جو روایتین حدیث کی کتابون مین جمع کی گئی ہین اُنکی دو قسمین ہین،

(۱) ایک تو وہ جنکا تعلق تبلیغ رسالت سے ہے، اور یہ آیت

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ — پیغمبر تمکو جو کچھ دے اسکو لیلو اور جس چیز سے
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا، — منع کرے، اس سے باز آؤ،

اسی قسم کے متعلق نازل ہوئی ہے،

علوم معاد (یعنی قیامت اور آخرت کے احوال وجزا و سزا) اور عجائب الملکوت (یعنی دوسرے عالم کے احوال وکیفیات) اسی قسم سے تعلق رکھتے ہین، اور ان سب کا دار و مدار صرف وحی پر ہے، اور ان اصول کے مطابق جنکا ذکر اوپر گذر چکا قوانین شریعت، عبادات و معاملات کی جزئیات کا ضبط بھی اسی قسم مین داخل ہے، لیکن اُن مین سے بعض چیزون کا دار و مدار وحی پر اور بعض کا اجتہاد پر ہی، لیکن رسول اللہ صلعم کا اجتہاد بھی وحی کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو غلط رائے قائم کرنے سے محفوظ رکھا ہے اور یہ ضروری نہین ہے کہ آپ کا اجتہاد منصوص (آیات) سے استنباط کا نتیجہ ہو جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے، بلکہ آپ کے اجتہاد کی زیادہ تر صورت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے شریعت و وضع قانون کے مقاصد انسانون کی آسانی اور بھلائی، اور اصولی مقاصد کا قانون آپ کو تعلیم

کردیا تھا وہ مقاصد جنکا ماخذ وحی تھا آپ اسی کلی اصولی قانون کے ذریعہ سے جو آپکو سکھایا گیا تھا ان کی تشریح فرما دیتے تھے، حکمت کی متفرق باتین اور عام مصلحتین جن کے لئے آپ نے نہ کوئی وقت مقرر کیا نہ ان کے حدود بتائے، مثلاً اخلاق صالحہ اور اخلاق غیر صالحہ کا بیان بھی تبلیغ رسالت سے تعلق رکھتا ہو لیکن ان مین اکثر کا دار مدار اجتہاد پر ہے، جس کے معنی یہ ہین کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو باہمی معاملات و اجتماع کا کلی قانون تعلیم کردیا تھا، اور آپ نے حکمت کی باتین انھین سے مستنبط کین اور ان کے متعلق ایک کلیہ بنایا، فضائلِ اعمال اور ان پر عمل کرنے والون کے مناقب بھی اسی قسم سے تعلق رکھتے ہین اور میرے خیال مین ان مین بعض کا دار مدار وحی پر اور بعض کا اجتہاد پر ہے، ان قوانین کا بیان اوپر گذر چکا ہے، اور ہم اسی کی شرح کرنا اور ان کے معانی کو بیان کرنا چاہتے ہین،

(۲) دوسرے وہ جو تبلیغ رسالت سے تعلق نہین رکھتین، رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد کہ "مین صرف ایک آدمی ہون، جب مین تمھارے دین سے متعلق تم کو کوئی حکم دون تو اس پر عمل کرو، اور جب مین تم کو اپنی رائے سے کوئی حکم دون تو یہ سمجھو کہ مین صرف ایک آدمی ہون" اور چھوہارون کے جوڑ لگانے کے واقعہ مین آپ کا یہ فرمانا کہ "مین نے ایک خیال قائم کیا تھا اور میرے خیال پر تم لوگ عمل نہ کرو، البتہ جب خدا کی کوئی بات بیان کرون تو اُس پر عمل کرو، کیونکہ مین خدا پر جھوٹ نہین باندھتا" اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے، طب کے متعلق حدیثین اور آپ کا یہ ارشاد کہ "تم سیاہ رنگ اور ایسے گھوڑے پر سوار ہو جسکی پیشانی مین تھوڑی سی سفیدی ہو" اسی قسم مین داخل ہے، اور اس کا دار مدار تجربہ پر ہے،

آپ نے جو کچھ عادۃً کیا عبادۃً نہین کیا، اتفاقاً کیا قصداً نہین کیا، وہ بھی اسی قسم مین داخل ہے،

آپ نے جو واقعات ایسے بیان کئے جنکا تمام قوم مین چرچا تھا، مثلاً ام زرع اور خرافہ کے قصے وہ بھی اسی قسم سے تعلق رکھتے ہین، اور اسی کو حضرت زید بن ثابتؓ نے جب ان سے چند لوگون نے رسول اللہ صلعم کی حدیثین بیان کرنے کی درخواست کی اس طرح بیان کیا ہے کہ "مین آپ کا پڑوسی تھا، اور جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی، تو آپ مجھکو بلا بھیجتے تھے، اور مین آپ کے لئے اس کو لکھ لیتا تھا، لیکن جب ہم دنیا کا ذکر کرتے

تھے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اُس کا ذکر فرماتے تھے، اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تھے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تھے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے تو کیا مین ان تمام چیزون کو بطور حدیث بیان کرون"

اسی مین وہ چیزین بھی داخل ہین جنکو آپ نے اپنے زمانہ کی جزئی و عارضی مصلحت کے طور پر کیا ہے اور وہ تمام امت کے لئے ضروری نہین ہین، مثلاً فوجون کی آراستگی اور جنگی علامت کی تعیین کے وہ احکام جن کو خلیفہ دیتا ہے، اور حضرت عمرؓ کے اس قول کے کہ "اب ہمکو حج مین اکڑ کر چلنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم ایک قوم (کفار قریش) کے سامنے اس کی نمائش کرتے تھے لیکن خدا نے اسکو ہلاک کردیا" یہی معنی ہین کہ وہ اسکو ایک خاص جزئی و عارضی مصلحت سمجھتے تھے لیکن اس کے بعد ان کو یہ خوف پیدا ہوا کہ ممکن ہو کہ اس کا کوئی اور سبب ہو، بہت سے احکام اسی پر محمول کئے گئے ہین، مثلاً آپ کا یہ ارشاد کہ "جو شخص جسکو قتل کرے اس کا ہتھیار اسی کا حق ہے"

مخصوص فیصلے بھی اسی مین داخل ہین کہ آپ ان مین گواہون اور قسمون کے مطابق فیصلے کرتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو آپ نے یہ فرمایا کہ "واقعہ مین حاضر جو کچھ دیکھتا ہو اسکو غائب نہین دیکھتا" اس کے معنی یہی ہین،،

شاہ صاحب کے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے ارشادات کی دو قسمین ہین، ایک وہ جسکا تعلق پیغمبرانہ فرائض، تبلیغِ رسالت اور مہماتِ امور دین سے ہے، یہ تمام باتین براہ راست وحی و تعلیم الٰہی سے ماخوذ ہین، دوسرے وہ جو عام انسانی باتین ہین اسکی متعدد صورتین ہین،

۱۔ کسی جزئی و عارضی مصلحت کی بنا پر کوئی حکم، جیسے حج مین آپ نے مسلمانون کو حکم دیا کہ وہ قریش کے سامنے اکڑ کر سعی کرین تاکہ قریش یہ نہ سمجھین کہ مدینہ کی آب و ہوا نے انکو کمزور کردیا ہے،

۲۔ وہ امور جنکو دین و رسالت سے براہ راست کوئی تعلق نہین، بلکہ زمانہ کے حالات کے ساتھ وہ بدلتے رہتے ہین، مثلاً جنگ کا طریق، ہتھیار کے اقسام، حکومت کے صیغون کی ترتیب، وغیرہ،

۳۔ وہ امور جنکو آپ اپنی شخصی قومی یا ملکی عادت کے مطابق کرتے تھے جنکو دین و رسالت سے کوئی واسطہ نہین

مثلاً وضع و لباس، فرش پر نشست، کمبل اوڑھنا، دسترخوان اور چمچون کا عدم استعمال، عمامہ باندھنا، تہبند پہننا، اونٹ پر سوار ہونا، وغیرہ،

۴۔ وہ امور جو عرب مین بطور قصہ کے مشہور تھے، اور آپ نے بھی انکو اسی طرح تفنن طبع کے لئے بیان فرمادیا

۵۔ عربون کے بعض تجربی مسلمات، علاج و معالجہ کی بعض باتین،

۶۔ زراعت وغیرہ کے متعلق بعض ذاتی رائین، مثلاً مدینہ مین قاعدہ تھا کہ فصل کے موقع پر نر چھوہارون کے پھول مادہ چھوہارون کے درختون مین ڈالے جاتے تھے، آپنے یہ طریقہ دیکھا تو اسکو محض رسمی بات سمجھکر فرمایا کہ اگر ایسا نہ کیا کرو تو کیا ہو، مدینہ والون نے اس سال یہ ترکیب چھوڑ دی، نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے پیداوار کم ہوگئی، لوگون نے آکر عرض کی فرمایا مین نے ایسا خیال کیا تھا" انتم اعلم بامور دنیاکم، تم دنیاوی کاروبار اور معاملات کے متعلق زیادہ واقف ہو" یہ امور قابلِ تغیر، قابلِ نسخ، اور قابلِ ردوبدل ہو سکتے ہین،

الغرض یہ وہ امور ہین جنمین رسول کے ارشادات کی حیثیت، انسانی باتون کی ہی، لیکن ان کے علاوہ دوسرے امور جنکا تعلق دین و رسالت و نبوت سے ہے، مثلاً عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات کے بعض ضروری حصے، یہ سب کے سب وحی اور تعلیم ربانی سے ہین، جو دائمی اور ناقابل تغیر ہین،

ان ناقابل تغیر امور کی تعلیم و اطلاع کی دو صورتین ہین، براہ راست **وحی الٰہی**، جو وقتاً فوقتاً پیغمبر کی تعلیم و اطلاع کے لئے خدا کی طرف سے آیا کرتی تھی، اور دوسری **اجتہاد نبوی**، یہان بحث اسی چیز سے ہے، شاہ صاحب اس کے متعلق دو باتین فرماتے ہین،

۱۔ ایک یہ کہ اجتہاد نبوی کے معنی یہ نہین ہین جیسا کہ عام مجتہدین کے اجتہاد کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ وہ کسی نص سے استنباط کا نام ہے، بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجمالی طور سے شریعت کے کلی اصول و قواعد کا علم منصب نبوت کے ساتھ ساتھ عطا فرمادیا ہو، اسی کے مطابق آپ وحی کی تشریح، احکام منصوصہ کی تفصیل، کسی کلی کے جزئیات مسائل کی تشریح اپنے الفاظ مین فرمادیا کرتے تھے،

۲۔ یہ اجتہاد نبوی، دوسرے عام انسانی مجتہدین کے اجتہادات کے برخلاف خطا و غلطی سے یکسر پاک و منزہ تھا، کیونکہ آپ کی ذات خطا و غلطی پر باقی رکھے جانے سے محفوظ بنائی گئی ہو، اسی لئے "**آپ کا پیغمبرانہ اجتہاد بھی بمنزلہ وحی کے ہے**"

پیغمبرانہ اجتہاد کی جو تشریح شاہ صاحب نے فرمائی ہو، اس کو پیش نظر رکھکر یہ فیصلہ نہایت آسان ہو، کہ دوسرے لوگ، ملکۂ نبوت، الہام، القا، حکمت ربانی، فہم نبوی سے جو کچھ مراد لیتے ہین، اس مین اور "اجتہاد نبوی" مین عملاً کوئی فرق نہین ہے، کہ اس اجتہاد سے مقصود وہ قوت علمیہ یا الہامیہ یا نبویہ ہے، جسکو اللہ تعالیٰ خاص پیغمبر کے سینہ مین ودیعت رکھتا ہی،

شیخ علی حزین اور مہاراجہ رام نراین

از

جناب مولوی محمد اعجاز حسن خان صاحب رئیس مظفر پور و عظیم آباد،

گذشتہ سال علی گڈھ ایجوکیشنل کانفرنس بنارس مین منعقد ہوئی تھی، اس بنارس کے تعلق سے نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا محمد حبیب الرحمن خان شروانی رئیس بھیکم پور نے کانفرنس کو مین پیش کرنے کے لیے شیخ علی حزین کے حالات چند تذکرون اور شیخ کی خود نوشتہ سوانحعمری سے انتخاب کر کے لکھے تھے، اور وہ مضمون رسالہ کی صورت مین "حالات حزین" کے نام سے شائع ہوا ہی[1] اسمین شیخ کے عظیم آباد آنے کا بھی ذکر کیا ہی، مگر عظیم آباد آنے کی وجہ نہین لکھی، مجھکو بھی اس کی وجہ معلوم نہین ہو سکی، جتنے تذکرے دیکھے کسی مین شیخ کے عظیم آباد آنے کا سبب لکھا نہ پایا، نہ کسی نے بنارس مین قیام کرنے کی وجہ ظاہر کی ہی، تاریخ سیر المتاخرین کے مصنف نواب غلام حسین خان طباطبائی نے شیخ کا تھوڑا سا حال اپنی تاریخ مین لکھا ہی، نواب موصوف بڑے رتبہ کے رئیس تھے، بادشاہ کے روشناس اور امرائے شاہی مین انکا شمار تھا، شیخ کے معاصر تھے اور انکی خدمت مین کئی بار حاضر ہوئے تھے، شیخ کی توجہ بھی ان پر بہت تھی، جس کے وہ خود معترف ہین، مگر باوجود اس کے انھون نے بہت مختصر لکھا ہی، لکھتے ہین:-

"چند بار آن عالی مقدار تا بعظیم آباد رسیدہ عازم بدر رفتن از خاک سیاہ ہند بود، تقدیر مساعدت نہ نمود، ذوکر وجود رود واہیہ جو دھلوئی می خواہد چنان فائدہ دران نیست، مہابت جنگ و شہامت جنگ و صولت جنگ عم و بعض متضمن آرزو مندیہا نوشتہ تمنائے مقدم سعادت توامش بکرات نمود نذیر بار بعذر سے تمسک جستہ راضی بآمدن و بودن باین ہا نگشت و برگشتہ در بنارس باسبابے چند سکونت ورزید"

[1] معارف: رسالہ حالات حزین دفتر ایجوکیشنل کانفرنس شاہجہان منزل علی گڈھ سے ملیگا،

اس کتاب مین یہ بھی لکھا ہو کہ محمد شاہ بادشاہ نے عمدۃ الملک اور دوسرے امرائے مقربین کے ذریعہ مکرر خواہش ظاہر کی، کہ شیخ زمام وزارت اپنے ہاتھ مین لین، مگر شیخ راضی نہین ہوئے،

بعض مصنفین کا دستور ہے کہ اپنے وقتون کے واقعات جو ان کے زمانہ مین مشہور ہوتے ہین، ان کا ذرا سا ذکر چھیڑ کر یہ لکھکر چھوڑ دیتے ہین کہ ان کے لکھنے سے کوئی فائدہ نہین، مگر زمانہ مابعد کے لوگ ایسے حالات جاننے کے زیادہ مشتاق رہتے ہین، صاحب سیر المتاخرین کی عبارت سے صرف اسقدر ظاہر ہوتا ہو کہ کئی بار شیخ ہندوستان سے باہر جانے کے ارادہ سے عظیم آباد آئے، بیشک اس وقت شیخ کے لیے ہندوستان سے باہر جانے کا رستہ محفوظ بنگالہ کے سوا نہین تھا، مگر کئی بار عظیم آباد تک آکر پھر جانے کا سبب نہین کھلتا، یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ جب کئی بار عظیم آباد آئے تو پھر عظیم آباد پر بنارس کو کیون ترجیح دی، عظیم آباد مین ان کے قدردان اور شاگرد مہاراجہ رام نراین ناظم پٹنہ موجود تھے، اس کے علاوہ عظیم آباد[2] کی اہمیت اس زمانہ مین بہت بڑھی ہوئی تھی، دہلی مین رہنے کے بعد بھی وہان کے عمائد واکابر اگر کسی اور شہر کو اپنا وطن بنانا چاہتے تھے، تو وہ یہی شہر تھا، پھر ایسے شہر کو جس کے اندر علما، صلحا، امرا، ارباب ہنر و صناعت پیشہ کی کچھ کمی نہین تھی، ترک کرنا اور بنارس کو اپنا وطن بنانا کسی خاص مصلحت سے

[2] عظیم آباد و پٹنہ نہایت قدیم اور تاریخی شہر ہے، ہر قوم وملت کے اکابر جب ہندوستان آئے تو پٹنہ مین بھی آئے، مگر اس کی رونق کو عظیم الشان شاہزادہ کے وقت مین بڑی ترقی ہوئی، اسکو خاص توجہ شہر کی درستی و آبادی کے طرف تھی، ڈھاکہ مین اس کے نام پر عظیم پورہ محلہ آباد ہی جب پٹنہ مین آیا تو عالمگیر بادشاہ کی اجازت سے اپنے نام پر عظیم آباد نام رکھا، محلہ محلہ مین خاص خاص قومون اور صنعت گرون کو آباد کیا، اس شہر کی خصوصیت یہ تھی کہ ہندو مسلمان سب اشراف اور تعلیم یافتہ اس کے ساتھ خوشحال، خوش اوقات تھے، دونون کا طرز ماندو بود یکسان تھا، امور مذہبی کے وقتون کے سوا اور وقتون مین کوئی فرق ناواقف اشخاص کو معلوم نہ ہوتا تھا، کہ کون ہندو ہین، کون مسلمان ہین، انگریز اس کو مسلمانون کا شہر کہتے تھے کہ سب مسلمانون کی طرح رہتے تھے، ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدہ دار ہندو امیرون کو بات چیت مین نواب کہکر مخاطب کرتے تھے، کہ لباس و وضع سے مسلمان معلوم ہوتے تھے شعر و شاعری مین ہندوون کی تعداد مسلمانون سے کم نہین تھی، بلکہ قدردانی و قدر افزائی مین ان کا پلہ بھاری تھا، یہ حالت ڈیڑھ دو صدی قبل کی ہے، مگر اس کے بعد بھی اس شہر اور شہریون کی شہرت قایم رہی، مرزا غالب مرحوم دہلی سے کلکتہ گئے تھے، اس کو پوری ایک صدی گذری، رستہ مین جن جن شہرون مین وہ ٹھہرے انکا نام اور تعریف ایک قطعہ مین کی ہی جو ان کے دیوان مین موجود ہے، اس شہر کے بارے مین فرماتے ہین:-

گفتمش چون بود عظیم آباد   گفت رنگین تر از فضائے چمن،

راقم کے ایام صغرسنی بلکہ عنفوان شباب تک ایسے ہندو رؤسا و اشراف موجود تھے جنکو اگلے وقتون کی یادگار و نمونہ بلا مبالغہ کہہ سکتے ہین مگر اب یہ سب باتین فسانہ ہو گئین ہین ؎

ثم انقضت تلک السنون و اهلها   فکانها و کانهم احلام (اعجاز حسن)

ہوگا جس کو صاحب سیر المتاخرین نے بھی ظاہر نہین کیا، صرف یہ لکھدیا "در بنارس باسباب چند سکونت ورزید"
مین نے کمسن سال بزرگون سے سنا ہے کہ جب شیخ عظیم آباد آئے اُس کی آبادی پر نظر ڈالی، تو فرمایا کہ اس شہر مین
نہ رہونگا، اس شہر کے دو جانب (یعنی اُتر و دکھن) پانی ہی، اگر دونون جانب طغیانی ہو تو یہ شہر غرق ہو جائیگا، حالت
یہ ہے کہ شہر عظیم آباد پٹنہ کے اُتر گنگا اور دکھن طرف جلا ہی، اب تک یہ دیکھا گیا ہی کہ جب گنگا مین جوش آیا، اور پانی
شہر کے اندر آگیا تو جلا کو طغیانی نہین ہوئی، اور جب جلا مین طغیانی ہوئی تو گنگا کو جوش نہین آیا، برسون کے
بعد کبھی ایسا اتفاق ہوا ہے کہ دونون دریاؤن کے طرف سے شہر مین پانی آنا شروع ہو گیا، لوگ گھبرانے لگے، تو
دو ایک ہی روز مین کسی طرف پانی گھٹنا شروع ہو گیا، مجھکو یاد آتا ہے کہ جب جب ایسا موقع پیش آیا ہی تو بزرگان
کمسن سال شیخ علی حزین کا یہ قول بیان کرتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ شیخ اسی وجہ سے اس شہر مین نہین رہے،
شاید ایسا ہی ہو کہ یہ شہر دونون دریاؤن کے بیچ مین ہزارون برس سے آباد رہنے کے بعد بھی شیخ کے دل مین
ایسا خوف پیدا ہوا کہ اس شہر مین نہ ٹھہرے،

مگر میرا قیاس یہ ہے کہ شیخ نے اہالی شہر کے اخلاق و محبت کی وجہ سے ان کی تسلی کے لئے یہ عذر بارد کیا
ہوگا کہ ان کی دل شکنی نہ ہو، اصلی وجہ یہ ہوگی کہ عظیم آباد مین وہ امن و امان شیخ کو نظر نہ آتا ہوگا، جو بنارس مین
ان کے خیال کے موافق ہوگا، ناظم بنگالہ و بہار و اڑیسہ نواب مہابت جنگ نہایت ہوشیار و مدبر روزگار حاکم
تھے، مگر انکا سارا زمانہ حکومت جنگ و جدل مین گذرا، عظیم آباد تک مرہٹے پہونچ جاتے تھے، برگی (مرہٹہ ڈاکو)
آتی تھی، فوج کا کوئی افسر مہابت جنگ سے باغی ہوا، تو عظیم آباد آپہونچا، واقعہ شمشیر خانی مشہور فتنہ ہے،
جو ان کے وقت مین عظیم آباد مین ہوا جسمین ان کے بھتیجے اور داماد ہیبت جنگ مارے گئے، ان کے ساتھ چند
اکابر شہر بھی شہید ہوئے، ان مین راقم السطور کے اجداد مادری مین ایک بزرگ تھے، جو اسی فتنہ مین ایک سپاہی کی
تلوار کا زخم کھا کر چند ہفتہ زندہ رہکر رحلت کر گئے، غرض میری یہ ہے کہ وہ زمانہ اطمینان و دلجمعی کا نہین تھا،
اس کے علاوہ نواب مہابت جنگ سے اپنے آقا و آقا زادہ نواب سرفراز خان ناظم بنگالہ کے ساتھ نمک حرامی کی،

جو حرکت قبیح وقوع مین آئی، پھر حکومت پانے پر جو برتاؤ مہابت جنگ کا بعض اوقات اپنے خیر خواہون جان
نثارون کے ساتھ ظاہر ہوا کرتا تھا، اس نے شیخ کو مہابت جنگ سے بیزار اور مہابت جنگ کو شیخ کی نظر مین
حقیر و خوار کر دیا ہوگا، اسی سبب باوجود مہابت جنگ کی خواہش و آرزو کے شیخ نے ان کی طرف رخ نہین کیا،
چند بار عظیم آباد تک آنے کا یہ سبب ہوگا کہ شیخ ہندوستان کے قیام سے نہایت نفور تھے، ہمیشہ ہندوستان
سے باہر جانے کا ارادہ کرتے ہونگے، رستہ ان کے لئے دریاے شور بنگالہ سے ہو کر باہر جانے کا مناسب تھا، بار
بار پٹنہ تک آکر کوشش کرتے ہونگے، مگر موقع نہین ملتا ہوگا، مجبور ہو کر پھر واپس چلے جاتے ہونگے، علاوہ
اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ مہاراجہ رام نراین شیخ کو عظیم آباد آنے کے لئے اصرار کرتے ہونگے، مہاراجہ رام نراین
کو جو عقیدت و محبت شیخ سے تھی وہ ان کے کلام سے ظاہر ہے، دیوان مین جا بجا ان کی استادی پر فخر و اظہار
محبت و عقیدت کیا ہی، (راے انیسری پرشاد رئیس پٹنہ (جن کے انتقال کو تھوڑا زمانہ گذرا وہ مہاراجہ رام نراین
کے خاندان کے طرف منسوب تھے) مجھ سے کہتے تھے کہ ہر سال مہاراج رام نراین بنارس سے شیخ کے اخراجات
کی فہرست منگاتے تھے، مطابق فہرست کے نقد و جنس بھیج دیا کرتے تھے، یہ معمول تا زندگی قایم رہا، مین کہتا ہون
کہ شیخ کی امیرانہ زندگی جس کا ذکر اگلے لوگون سے سنا، بعض کتابون مین بھی لکھا دیکھا ہی، اس کا باعث مہاراجہ
رام نرائن تھے، شاہی جاگیر علاوہ تھی، مگر جاگیر سے پوری آمدنی کا وصول ہونا اس زمانہ مین بہت دشوار
تھا، اطمینان ان کو زیادہ مہاراج کی فیاضی کی بدولت ہوگا، مگر افسوس کہ شیخ کی زندگی تک یہ سلسلہ قائم
نہ رہ سکا، رام نرائن کا انتقال شیخ کی زندگی مین ہو گیا،

شیخ کی قدر و منزلت جو ہندوستانیون کے دل مین تھی، اس سے خیال ہوتا ہی کہ شیخ کے بہت سے
شاگرد ہونگے، مگر مجھکو سواے ایک شخص شیخ آیت اللہ ثنا کے جنکا نام مرزا رفیع سودا نے اپنے رسالہ تنبیہ الغافلین
مین لکھا ہی، اور کسی کا نام کسی تذکرہ مین اس وقت تک نظر سے نہین گذرا، ہان ایک نامور شاگرد مہاراجہ رام نراین
تھے، مگر انکا تذکرہ شیخ کے معاصرین مین سے کسی نے نہین کیا، اس لئے انکا حال مختصر سا جو معلوم ہو سکا لکھنا

مناسب معلوم ہوا، اُن کا کلام بھی ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہی، امید ہے کہ ناظرین اسکو دلچسپی سے پڑھینگے، اور یہ بھی غور کرینگے کہ اس زمانہ مین شاہی زبان فارسی تھی، مگر سلطنت تیموریہ کو زوال تھا، امرا و سلاطین علم سے بے بہرہ ہوتے تھے، انگریزون کے قدم جمتے جاتے تھے، اردو زبان اپنے نئے حاکمون کی بدولت فارسی کی جگہ لیتی جاتی تھی، پھر بھی ہندو امیرون کی توجہ فارسی زبان کی طرف کیسی تھی کہ مسلمانون کی طرح شعر فارسی مین کہتے تھے، صاحب دیوان ہوتے تھے، یہ فارسی زبان کی خوبی، شیرینی اور ہمہ گیری کا بڑا ثبوت ہے، سارے ہندوستان کو چھوڑ کر صرف صوبہ بہار خاص کر بلدہ عظیم آباد اور اس کے اطراف مین ہندو اشراف سیکڑون ایسے گذرے ہین جو زبان فارسی کے بڑے ماہر اور شاعر تھے، ان اسلاف کے یادگار بعض پیران کہن سال کو مین نے بھی دیکھا تھا،

مہاراجہ رام نراین ناظم عظیم آباد (پٹنہ)

ان کا وطن موضع کشن پور تھا جو پرگنہ سہسرام ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار مین واقع ہے، ذات کے کایستھ سری باستب تھے، تذکرہ صبح گلشن مین لکھا ہی کہ ان کے والد کا نام رنگ لال تھا، یہ نواب مہابت جنگ کی سرکار مین ملازم تھے، سرفراز خان کی لڑائی مین مارے گئے، رام نرائن نے عربی، فارسی اور فن حساب جو کایستھون کی خاص چیز اور مرغوب فن ہی سیکھا، ان کی شادی رائے رایان کی دختر سے ہوئی، جو شاہ دہلی کے دربار مین دیوان تھے، دیوان شاہی کی سفارش سے نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ و بہار و اڑیسہ کے دربار مین ملازم ہوئے، رفتہ رفتہ ترقی پا کر ناظم پٹنہ قرار پائے، جب زمانہ میر قاسم علی جاہ کا آیا تو انھون نے اپنے زمانہ کے چند امیرون کو قید کیا، ان مین مہاراجہ رام نرائن بھی تھے، ان کو تین دن تک بے آب و دانہ نظر بند رکھا، تیسرے دن پانی پینے کی اجازت دی جب پانی ان کو دیا گیا تو پیالہ سے پانی زمین پر گرا دیا، اور فی البدیہہ یہ شعر پڑھا، ؎

آن ذرہ رفت از تو لب تشنۂ حسین ــــــ اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

پھر انکو مونگیر کے قریب دریا مین غرق کرا دیا، پرانے لوگون سے سنا ہے کہ گھڑے مین ریت (بالو) بھر کر

ان کے گلے مین باندھا اور دریا مین ڈال دیا، یہ ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۶۰ء کا واقعہ ہی، عالی جاہ نے بقیہ امیرون کو بھی جنمین ہندو مسلمان سب تھے مار ڈالا، سیر المتاخرین سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہی،

مہاراجہ رام نراین موزون تخلص کرتے تھے، ان کی مہر مین یہ سجع کندہ ہوا تھا، "چقدر نام خدا موزون است"

ان کا دیوان راجہ درگا پرشاد رئیس اعظم شہر عظیم آباد متوطن محلہ روضہ تاشج منگن[1] نے مہاراجہ رام نراین کے انتقال سے ایک صدی سے بھی زائد مدت کے بعد چھپوایا، راجہ درگا پرشاد مہاراجہ رام نراین کی طرف منسوب اور ان کے یادگار (جانشین) شاد تخلص کرتے تھے، فارسی اردو دونون زبانون کے ماہر اور دونون زبانون مین شعر کہتے تھے، میرے والد ماجد مغفور کے مخصوص دوستون مین تھے، انھون نے دیوان کے دیباچہ مین مہاراجہ کا اور اپنے خاندان کا مختصر حال لکھا ہی،

دیوان کا حجم تین سو سولہ ۳۱۶ صفحون کا ہی، ۱۳ سطرین ہر صفحہ مین ہین، غزلین اور رباعیان ہین، مگر رباعیون مین دوسرے شاعر کی بھی رباعی دیکھی، غلطی سے درج ہو گئی ہو گی، دیوان دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ غزل گوئی کی پوری قوت حاصل تھی، شیخ علی حزین کے سوا کسی اور استاد کا نام نہین لیا ہی، مگر یہ قرین قیاس نہین کہ صرف شیخ سے اصلاح لی ہو، اپنے معاصرین مین سے دو شاعرون کے نام (یعنی تخلص) لیتے ہین، ایک غزل کے مقطع مین لکھتے ہین،

جواب آن غزل آرزوست این موزون ــــــ بتکلف وعدہ دلم نیز شرمسار تو نیست

آرزو سے مراد سراج الدین علی خان آرزو ہونگے، جو شیخ علی حزین کے بڑے حریف و مخالف تھے، دوسری غزل کا یہ مقطع ہے،

[1] یہ نامی درویش کبار اولیاء گذرے ہین، ان کا مزار مشہور ہے، اس وجہ سے محلہ انکے نام سے معروف ہوا، اسی محلہ مین مہاراجہ رام نراین کا مکان ہی، مین نے زیارت کی اور فاتحہ پڑھی ہی، اس سے متصل اورنگزیب کے ابتدائی وقت کی مسجد بنی ہوئی موجود اور اچھی حالت مین ہی، مین نے اسمین نماز پڑھی ہے، روضہ اور مسجد دیکھنے کے لائق ہی، انکا حال کسی وقت بشرط فرصت حوالۂ قلم ہوگا،

گر سر آید بچمن مصرعِ مظہرؔ موزون　　بلبل از جان گزرد، گل زگریبان گذرد

قیاس ہی کہ مظہر سے حضرت مرزا مظہر جانجانان علیہ الرحمہ مراد ہون گے، ان دو شاعرون کے سوا اور کسی کا نام یا ذکر اپنے معاصرین مین سے ان کے دیوان مین میری نظر سے نہین گزرا، فی البدیہہ شعر کہنے کی بھی مہارت تھی، ایک دفعہ شیخ علی حزین نے پڑھا،

شب دران محفل کہ آن مسند نشینِ ناز بود　　صد بیابان چادرِ مہتاب پا انداز بود

مہاراجہ نے اس کے جواب مین پڑھا،

شب چو آن ماہ جہان افروز رخصت خواہ شد　　اشکِ من تعظیم کردہ آہِ من ہمراہ شد

دوسری بار شیخ نے فرمایا،

این سطرِ جادہ ہا کہ بصحرا نوشتہ اند　　یارانِ رفتہ از قلم پا نوشتہ اند،

مہاراجہ نے عرض کیا،

این سطرِ موجہا کہ بہ دریا نوشتہ اند　　مضمون گریہ ایست کہ از ما نوشتہ اند

رائے اسیری پرشاد (راجہ درگا پرشاد کے علاتی بھائی) مجھ سے کہتے تھے کہ ان دونون شعرون کی شیخ نے تعریف کی، اب دو تین رباعیان منقبت کی ناظرین ملاحظہ فرمائین،

پست است فلک ز قدرِ والائے حسین　　آغوشِ محمدی بود جائے حسین،
بر پشتِ نبی مہرِ نبوت روشن　　غالب کہ بود نقشِ کفِ پائے حسین

اے نورِ دو دیدۂ ولایت حسنین،　　اے ترجمۂ حدیث و آیت حسنین
اے یعنی ذو الفقار و اعجازِ رسول　　اے قوتِ بازوے ہدایت حسنین،

گر زے بود این عرش ز دامانِ علی　　کونین بود تابعِ فرمانِ علی،
پیوستہ بر اربابِ بصیرت پیدا است　　از نادِ علی مرتبہ و شانِ علی،

در ماندہ ام اے شاہ دلیریت کجاست　　وقت عجبے است دستگیریت کجاست
حیرت زدۂ قصد شغالے چندم　　اے شیرِ خدا بگو کہ شیریت کجاست

خلقے بغرورِ نوجوانی مسرور　　جمعے بوفورِ کامرانی مسرور
باقوت ضعف خویش از وضع جہان　　موزون بسرورِ ناتوانی مسرور

نے بہمن و دے و نے بہاران ماند　　نے صولت اُردی و نہ یاران ماند
موزون در دہر آنچنان باید زیست　　کز بعد تو حسرتے بیاران ماند

اب غزلون کا انتخاب ملاحظہ ہو،

بمدِ آہ کنم افتتاح دیوان را　　کہ زیبِ فاتحہ بسم اللہ است قرآن را
کنون اسیر خمارم درین تہیدستی　　کہ صرفِ بادہ نمودیم دین و ایمان را
فزود نالۂ دلہا بدور آن خطِ سبز　　بہار تازہ کند شورِ عندلیبان را
چو خاک پائے حزین طوطیائے دیدہ ماست　　چہ قدر در نظرم سرمۂ صفاہان را

می فزاید جنون فسانۂ ما　　می رباید سکون ترانۂ ما،
قصۂ قیس و دفترِ فرہاد　　شدہ منسوخ در زمانۂ ما،

شدہ از سوزِ دل چو شعلۂ شمع
بر سرِ شاخ آشیانۂ ما،

سبقِ سوختن بہ شمع دہد
گریۂ وآہِ جا و دانۂ ما،

دلِ عارف بہ سینہ می رقصد
از غزل ہاے عاشقانۂ ما،

سنم کہ ساحتِ میخانہ سجدہ گاہِ من است
حریم درگہِ پیرِ مغان پناہِ من است

کجا بدیر و حرم سر فرد کند موزون
براہِ عشق تو این ہر دو سنگ راہِ من است

تا بہ گلشن سخن از قامت دلجوئی تو بود
قمری از شوق ثنا خوان و دعا گوے تو بود

بود ہر چند پر از لالہ و گل صحنِ چمن
ہر کہ از اہلِ نظر بود دلش سوے تو بود

عنبر و مشک ختن بو بدماغم می برد
شاید این باد صبا در گرد موے تو بود

بہ گلستان چو رسیدم ہمہ جا رنگ تو داشت
سنبلستان چو شنیدم ہمہ از بوے تو بود

شیخ آن روز کہ می خواند بمحراب مرا
راست گویم کہ دلم در خمِ ابروے تو بود

یاد لطفیکہ دلم در خمِ زلفت جا داشت
تنم از خاک نشینانِ سرِ کوے تو بود

دلم آن روز ہم از دستِ تو این جور رسید
کہ در آن سلسلۂ زلف بہ قابوے تو بود

دلِ موزون کہ کنون از دو جہان آزاد است
سخت سودا زدہ دستۂ گیسوے تو بود

گفتم بحالِ بندگیت مہربان کنند
گفت آن زمان کہ رخنہ بکارِ جہان کنند

گفتم دواے درد و غمِ روزگار چیست
گفتا کہ التجا بجنابِ مغان کنند

گفتم بکامِ دل ز تو کے عاشقان رسند
گفتا بگو کہ خدمتِ غم را بجان کنند

گفتم کجا نماز و کجا سجدۂ بتان
گفتا بکوے عشق ہم این و ہم آن کنند

گفتم چگونہ نالۂ موزون رسد بدوست
گفت التجا بحضرتِ غیب اللسان کنند

نگہ بجلوۂ آن یارِ دلنواز کنید
ز ناز گر طلبِ جان کند نیاز کنید

صبا چہ بیہدہ دم میزند ز مشکِ ختن
گرہ ز طرۂ مشکین یار باز کنید،

کجا ہواے درا و کجا نسیمِ بہار
میان نیک و بد و ہر امتیاز کنید

تمام عمر تلف گشت چون بزہد و ریا
بطاقِ ابروے او ساعتے نماز کنید

گزر بصومعہ موزون مکن چو حافظ گفت
کہ از مصاحبِ ناجنس احتراز کنید

گفتم کہ چرا با دلِ من غمزہ بکین بود
گفتا تو ندانی کہ فلک ہم بکین بود،

گفتم کہ چرا لالہ بداغِ جگر آید،
گفتا کہ دلِ سوختہ زیرِ زمین بود

گفتم کہ پریشانیِ عاشق ز چہ باشد
گفتا کہ ز دیوان قضا قسمتش این بود

گفتم کہ بچاہِ ذقن از زلف فتادیم
گفتا کہ نہ در دست تو آن حبلِ متین بود

گفتم کہ کجا عشق و کجا این دلِ سنگین،
گفتا ز ازل خلقتش از بہرِ ہمین بود

گفتم کہ نثارِ تو کنم جانِ گرامی
گفتا کہ مرا چشمِ طمع بر دل و دین بود

گفتم کہ چرا جانبِ اغیار گذشتی
گفتا چہ کنم مصلحتِ وقت چنین بود

گفتم ز نسیمِ سحری رنجہ چہ گشتی،
گفتا بدماغش اثرِ نافۂ چین بود

گفتم بدلِ شمع کہ زد آتشِ گرمی
گفتا کہ ہمین عشق باو بر سرِ کین بود

گفتم چہ شد آن وعدہ کہ کردی بمن آیا
گفتا کہ ندانم بنصیبِ تو قرین بود

گفتم کہ ہمہ درد بود نالہ موزون گفتا کہ بہ تعلیم گرش شیخ حزین بود

ہر کہ بر حالتِ مجبوری ما می گرید تا ابد شاہدِ مقصود در آغوشش باد

آن کہ گوید کہ خدا نیست سمیع و بصیر دیدہ کور و گوشش کجا بہر خدا ہوشش باد

ہست موزون دلت از غاشیہ داران کسے خلعتِ ہفت فلک عار بر و دوشش باد

ان نمونون سے ظاہر ہے کہ اپنے استاد کی طرح انھون نے بھی خواجہ حافظؒ کی غزلون پر غزلین

کہی ہین،

اوپر کی چند سطرون مین آج سے ڈیڑھ دو سو برس پیشتر کے ہندوستان مین تعلیم یافتہ ہندوؤن

اور مسلمانون مین جو اتحاد اور یکجہتی نظر آتی ہے، امید ہے کہ آج کے تعلیم یافتہ ہندو اور مسلمان اس کو قدر

کی نگاہ سے دیکھین گے،

کلیاتِ شبلی اُردو،

مولانا کی تمام اردو نظمون کا مجموعہ جس مین مثنوی صبح امید، قصائد، جو مختلف مجلسون مین

پڑھے گئے اور وہ تمام اخلاقی، سیاسی، مذہبی، اور تاریخی نظمین، جو کانپور، ٹرکی، طرابلس، بلقان

مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی وغیرہ کے متعلق لکھی گئی ہین، یکجا ہین، یہ نظمین درحقیقت مسلمانون کے چہل سالہ

جدوجہد کی ایک مکمل تاریخ ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۱۲۰ صفحے،

قیمت عہ

"منیجر"

یورپ مین ارکاٹ کے دکھنی مخطوطات

از

مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی حیدر آباد

ناظرینِ معارف کی تفریحِ طبع کے لئے یہان یورپ کے ان دکھنی مخطوطات کا ذکر کیا جاتا ہے، جو سلطنت

ارکاٹ مین مرتب ہوئی ہین، مگر اس کے پیشتر وہان کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے، امید ہے کہ یہ

وضاحت موجبِ دلچسپی ہوگی،

جنوبی ہند کا جنوبی حصہ کرناٹک سے موسوم ہے، اور ساحلِ سمندر کارومنڈل کہلاتا ہے، جنوبی ہند کی

تاریخ آرین تاریخ سے پرانی ہے، یہان کی ڈراوید قوم اس وقت بھی مہذب اور متمدن حکمران تھی جبکہ آرین قوم

نے اس سرزمین پر قدم رکھا تھا، اکثر مقامات پر انکی یادگارین آجتک باقی ہین جن سے ان کے تمدن و تہذیب کا پتہ

چلتا ہے، کہا جاتا ہے زاموری (سامری) قوم ہی ساحل جنوب سے عراق مین جاکر بسی اور اسیریا و بابل کے

تمدن کی وہی بنا ہے، علیٰ ہذا القیاس ملیبار سے ہی مصری تمدن کی بنا قائم ہوئی،

جنوبی ہند پر سب سے پہلا اسلامی لشکر وہ ہے جس نے علاء الدین خلجی کی سپہ سالاری مین دیوگڈھ،

(دولت آباد) مین قدم رکھا، پھر اس کے سپہ سالار ملک کافور نے حملے شروع کئے، ۷۱۰ھ مین کافور کا تیسرا

حملہ ہے، جو کرناٹک پر ہوا، اسلامی لشکر کرناٹک علاقہ پر سے گذرتا ہوا اسپنٹ بندر امیشور (راس کماری)

تک جا پہونچا، یہان مسجد علائی کی تعمیر ہوئی، مگر یہ یاد رکھنا چاہئے، اس کے صدیون پیشتر مالک بن دینار

وغیرہ کی مسجدین یہان موجود تھین، اور ساحلِ کارومنڈل واحدہ لاشریک کی صدا سے گونج رہا تھا، فی نفس الامر

ہر گاہ اسلام مسلمانون کے براہ مغرب فوجی تزک و احتشام کے ساتھ ہند مین قدم رکھنے اور آخری نقطہ ہند راس کماری

پر پہونچنے سے صدیون پیشتر پرامن ذریعہ سے جہازون کے راستہ سواحل ہند پر مستقل طور پر اپنا گھر بنا چکا تھا،

ان ساحل پر اسلام کو لانیوالے وہ عرب تاجر اور مبلغ تھے جنھون نے اپنا ازلی روحانی اثر ان سواحل ہند پر قائم کردیے تھے، ابن بطوطہ جو اس فتح

کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہان آیا تھا، اپنے سفرنامہ مین اس امر کی صراحت کرتا ہو کہ یہان اسلامی اثر ہمہ گیر

ہو اسلئے درحقیقت اسلام کے یہی اولوالعزم تاجر اور دلیر مبلغ اسلام کے حقیقی خدمتگار تھے جو آجکل کے یورپین مشنریون کیطرح ساحل کارومنڈل

اور ملیبار پر آئے اور اپنے سچے مذہب کی ترویج کی، ان کی اولاد آج بھی جنوبی ہند مین موجود ہو، جو نوابط

سے موسوم کیجاتی ہے،

محمد تغلق کے زمانہ مین جب اس کی سلطنت کے حصے بکھرنے ہوگئے تو معبر (کارومنڈل یا صوبہ ملابار)

کا صوبہ دار سید جلال الدین احسن بھی خودمختار ہوگیا، فرشتہ نے اسکی نسبت صراحت کی ہو، یہ قوم نوابط (نوائط)

سے تھا، اس کے مطیع کرنے کے لئے خود سلطان محمد تغلق نے معبر کا رخ کیا، مگر ورنگل تک پہونچا تھا کہ وہان

وبا پھیل گئی جس سے خود سلطان بیمار ہوگیا، مجبوراً چند امرا کو چھوڑ کر واپس چلا گیا اس طرح مدرہ واقع

جنوبی ہند مین اسلامی ریاست مستقل قایم ہوگئی،

اسی زمانہ مین بیجانگر کی ہندو سلطنت کا آغاز ہوا جس نے بہت جلد قدیم حکمران پانڈے وغیرہ

خاندانون کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو گل کرکے اپنا قبضہ جمالیا،

پھر ۷۴۸ھ سے بہمنی حکومت کا آغاز ہوا جس نے ڈھائی سو سال سے زیادہ حکمرانی کی، اس کے بعد

اس کی مختلف شاخین ہوگئین جو بیجاپور، گولکنڈہ، احمدنگر، بیدر اور برار سے موسوم ہین، اول الذکر چار دن

نے مل کر بیجانگر کو فتح کرلیا، اس طرح جنوبی ہند کے بڑے حصے پر سلطنت گولکنڈہ اور بیجاپور کا علم[1] لہرانے لگا،

ان کے علمی کارنامے خصوصاً گلشن اردو کی جو آبیاری کی گئی اسکی صراحت طویل صفحات[2] کی متقاضی ہو،

[1] یہ تمام حالات عہد سلطنت مولفہ مولوی محمد مرتضی صاحب مرحوم سے ماخوذ ہین، [2] اس کی پوری صراحت ہماری زیر تالیف کتاب یورپ مین دکھنی مخطوطات مین کی گئی ہو،

اس زمانہ مین شمالی ہند مین مغلیہ حکومت کا دور دورہ تھا اکبر، شاہجہان کے حملے شروع ہوچکے تھے آخرکار

اورنگزیب کی حکومت نے ۱۰۹۷ھ مین بیجاپور اور ۱۰۹۸ھ مین گولکنڈہ فتح کرکے سلطنت مغلیہ مین شامل کرلئے،

اس کے بعد ۱۱۰۴ھ مین عالمگیری لشکر نے ذوالفقار خان نصرت جنگ کی سیادت مین کرناٹک پر پیش قدمی

کی، ۱۱۱۱ھ مین قلعہ جنجی فتح ہوکر کل ملک کرناٹک (معہ بنادر جن پر اہل یورپ کا قبضہ تھا) زیر حکومت مغلیہ آگیا،

اس طرح علاء الدین خلجی کے بعد پھر اورنگزیبی علم جنوبی ہند کے سواحل پر لہرانے لگا، عالمگیر کی آنکھ بند ہوتے ہی

خانہ جنگی برپا ہوگئی، علی دوست خان صوبہ دار کرناٹک کے بعد صفدر علی خان صوبہ دار بنا، اس کو اس کے رشتہ دار

غلام مرتضیٰ خان نے قتل کردیا، آصفجاہ اول جو دکن کے صوبہ دار تھے، رفع فساد کے لئے روانہ ہوئے اور شورش

رفع ہوئی، اور ۱۱۵۶ھ مین نواب انورالدین خان صوبہ دار کرناٹک مقرر ہوئے، جو بانی خاندان والاجاہی

ہین، انورالدین خان نے ارکاٹ کو اپنا مستقر بنایا اور اپنے فرزندون کو مختلف اضلاع کا انتظام تفویض کیا،

اس زمانہ مین انگریزی اور فرانسیسی رقابت تجارت کے حدود سے گذر چکی تھی، ملک گیری کا جذبہ

شباب پر تھا، مرہٹون کا ہنگامہ علیحدہ برپا تھا، علی دوست خان سابق صوبہ دار کرناٹک کا داماد حسین دوست

خان عرف چندا صاحب نواب انورالدین خان کے پاس مقید تھا، فرانسیسیون نے اسکو چھڑا کر انورالدین

خان پر چڑھائی کی، امبور کے مقام پر انھون نے شہادت پائی (۱۱۶۲ھ) ان کے دو فرزند مقید کرلئے گئے، تیسرے

فرزند نواب محمد علی خان والاجاہ نے انگریزون سے مدد لیکر فرانسیسیون اور چندا صاحب کو اپنے ملک سے

نکال باہر کیا،

۱۱۶۳ھ مین والاجاہ کرناٹک کے خودمختار حاکم تسلیم کئے گئے، یہ ہر وقت انگریزون کے دوست اور

ان کے دست و بازو بنے رہے، ارکاٹ کے مشہور محاصرہ مین انگریزون کے نامور جنرل کلایو کے دوش بدوش

افواج والاجاہی کا کمانڈر مدینہ علی خان داد شجاعت دے رہا تھا، پھر جب کونٹ لالی نے دوبارہ مدراس کا محاصرہ

کیا تھا، تو ایسے نازک وقت مین بھی انگریزی سپاہیون کے ساتھ ساتھ والاجاہی فوج جانبازی دکھا رہی

تھی، اونڈدوش کے تاریخی معرکہ اور پھر پانڈے چری کی یادگار فتح مین جبکہ فرانسیسیون کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا، نواب والاجاہ خود بذات خود اپنی فوج کیساتھ موجود تھے، کلایو کے ساتھ بنگال مین بھی والاجاہ کی تربیت یافتہ فوج نظر آرہی تھی، سلطنت آصفیہ کے ساتھ مشہور آفاق تاریخی دوستی پیدا ہونیکے وقت سفیر برطانیہ کے پشت و پناہ نواب والاجاہ تھے،

ان تاریخی واقعات کی بنا پر برطانیہ کے بادشاہ جارج سوم اور والاجاہ صوبہ دار کرناٹک مین براہ راست تعلق قایم ہوا[1]، جس کی نظیر ہندوستان کے کسی اور حکمران کے خاندان مین موجود نہین،

۱۲۱۰ھ مین والاجاہ کا انتقال ہوا، اُن کے ولی عہد کا اول ہی انتقال ہوچکا تھا، اس لئے دوسرے فرزند نواب عمدۃ الامرا مسند نشین ہوئے، اور صرف چھ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۲۱۶ھ مین انتقال ہوگیا، اب ان کی جگہ ان کے فرزند تاج الامرا مسند حکومت پر متمکن ہوئے، لارڈ ولزلی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے جانب سے چند شرایط پیش کئے، تاج الامرا نے اس کو منظور کرنے سے قطعی انکار کیا، جس کی بنا پر انکو نظر بند کردیا گیا، اور نواب عظیم الدولہ جو والاجاہ کے فرزند امیر الامرا کے لڑکے تھے مسند حکومت پر بٹھائے گئے، جنھون نے کمپنی کے جملہ شرائط قبول کرلئے یعنی سالانہ بارہ لاکھ نقد اور ⅕ حصہ محاصل پر قناعت کرلی، اس طرح گویا ۱۲۱۶ھ سے کرناٹک پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت شروع ہوئی،

۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۹ء مین عظیم الدولہ کا انتقال ہوا، ان کے فرزند اعظم جاہ قایم مقام بنے اور ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۵ء مین انکا انتقال ہوا، اب ان کے فرزند نواب محمد غوث خان جو صرف پندرہ مہینے کے تھے، اپنے چچا عظیم جاہ کی ولایت مین حکمران بنے، ۱۲۵۸ھ مین اختیارات کے ساتھ خود مختار کئے گئے، غدر ۱۸۵۷ء کے دو سال قبل ۱۸۵۵ء مطابق ۱۲۷۲ھ مین ان کا انتقال ہوا، ان کے مرنے پر برائے نام حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا، اعزاز منصب خطاب فوج سب موقوف ہوگئی اور نواب عظیم جاہ کو پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب کرکے انھین چند ہزار

[1] مخطوطہ مراسلت والاجاہ کتب خانہ انڈیا آفس لندن،

کا وظیفہ مقرر کردیا گیا، ان کے مرنے پر ان کے دو فرزند ظہیر الدولہ اور انتظام الملک اور پوتے منور خان یکے بعد دیگرے پرنس کے لقب سے ملقب ہوے اور وظیفہ پاتے رہے آخر الذکر کے مرنے پر ان کے فرزند نواب سر محمد علی خان بہادر فی زمانہ پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے ملقب ہین اور وظیفہ پارہے ہین[1]،

نواب والاجاہ اور ان کے چارون جانشین علم دوست تھے، ان کے زمانہ مین بڑے بڑے علماے ذی وقار، مشایخ طریقت، اطباے حاذق شعراے نامدار جمع تھے، جن کے عربی فارسی اور اردو تصنیفات موجود ہین ان اہل علم اور شعرا کے نام پیش کئے جاتے ہین، جو اس زمانہ مین دربار ارکاٹ سے وابستہ تھے،

ملک العلما بحر العلوم مولانا عبد العلی چشم و چراغ فرنگی محل، حقایق دستگاہ مولانا محمد باقر آگاہ، فضیلت مآب مولانا محمد غوث شرف الملک، معرفت آگاہ قاضی اسلام مولینا صبغۃ اللہ، مدار الامرا مولینا عبد الوہاب قاضی ارتضا علی خان، مولوی محمد سعید اسلمی، مولینا عبد القادر، حافظ احمد خان اعظم الملک مولینا امین الدین خان، غلام علی خان فاروقی بہادر، خان مولف تزک والاجاہی مولینا غلام حسین مولف قصر والاجاہی افضل العلما محمد ارتضا علیخان خوشنود وغیرہ،

ان اہل علم کے علاوہ جنمین سے بعض شعر و سخن کی مشق بھی رکھتے تھے، ارکاٹ مین اور بھی صدہا شاعر ایسے تھے جنھون نے ملک سخن سے داد لی، بعض کے نام حسب ذیل ہین،

شیخ محمد امین اسرائیلی، محمد اسمٰعیل خان ابجدی، میر امداد علی امداد، افصح الشعرا حسین علی افصح، طراز خان احسن، سید مرتضیٰ بینش، میر مہدی ثاقب، افضل الشعرا شیرین سخن خان راقم، محمد صبغۃ اللہ فرحت، سید ابو سعید والا، مولوی محمد مہدی واصف، ان مین سے بعض صرف فارسی گو تھے، اور بعض فارسی اور اردو دونون مین شعر کہا کرتے،

خاص خاندان والاجاہی کے بعض افراد بھی شاعری کرتے تھے چنانچہ تاج الامرا متخلص بہ ماجد عظیم جاہ متخلص بہ عظیم، انور خان سیف الملک متخلص بہ مختار اور نواب محمد غوث خان متخلص بہ اعظم وغیرہ کا نام لئے جاسکتے ہین، آخر الذکر نواب کا فارسی

[1] مخطوطہ تاریخ ارکاٹ مولف مولوی صفی الدین صاحب مرحوم،

اور اردو کلام شایع ہوچکا ہی، دو فارسی تذکرے شعراء کے حالات مین بھی تصنیف فرمائے تھے، جو صبح وطن اور گلزار اعظم سے موسوم ہین،

جب خاندان شاہی کو شعر وشاعری کا مذاق ہو اور حکمران وقت شعر وسخن سے دلچسپی لینے کے علاوہ خود بھی مشق سخن کرتا ہو تو ظاہر ہی کہ امرا دربار مین بھی شعر وشاعری کا عام چرچا ہوگا، چنانچہ بعض امرائے دربار جو شعراء کے زمرہ کی فہرست مین آتے ہین وہ حسب ذیل ہین :-

محمد محفوظ خان شہامت جنگ محفوظ، علام اعز الدین خان مستقیم جنگ نامی، صفی الدین محمد خان ناصر، قادر علیخان منور جنگ نظیر وغیرہ،

ان مین سے اکثر نہ صرف فارسی گو تھے بلکہ اردو شاعری بھی کرتے تھے،

مولانا باقر آگاہ، مولانا محمد صبغۃ اللہ کے اردو تصنیفات بیسیون ہین، ثاقب، واصف، بینش، راقم کے دیوان، مثنویان، قصائد مشہور ہین، بہر حال رؤسائے ارکاٹ نے بھی اردو کی سرپرستی فرمائی ہی اور ان کے خوان کرم سے بیسیون علماء، شعراء اور مصنفین نے حصہ پایا ہی، ہمارا یہ تو مقصد نہین ہی ان کے اردو خدمات کا ذکر کیا جائے، بلکہ اس زمانہ کے جو مخطوطات یورپ کے کتبخانون مین ہین انکی صراحت مقصود ہی، لہذا ذیل مین ان کی وضاحت کیجاتی ہی،

(۱) تصنیفات مولانا محمد باقر آگاہ،

آگاہ کی دس کتابین یورپ کے کتبخانون مین ہین، اولاً مختصراً آگاہ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالنی ضروری ہے،

آگاہ کے آباو اجداد بیجاپور کے رہنے والے تھے، ان کے والد مولانا محمد مرتضی ویلور (احاطہ مدراس) آئے اور اسی کو وطن بنالیا، یہان آگاہ کی پیدایش سنہ ۱۱۵۸ھ مین ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے چچا سے حاصل کی اسکے بعد سید ابو الحسن قربی[1]

[1] حضرت قربی سنہ [illegible] مین بیجاپور مین تولد ہوئے، [illegible] سال کی عمر مین ویلور مین سنہ [illegible] مین انتقال ہوا، فارسی عربی کے بڑے جید عالم اور شاعر تھے، دیکھو گلزار اعظم،

کے زیر تعلیم رہے، اور نہ صرف دنیوی تعلیم حاصل کی بلکہ ان کے مرید ہوکر روحانی تعلیمات کا فیض بھی انھین سے حاصل کیا، یہ صرف حضرت قربی کے فیض صحبت کا اثر تھا، کہ آگاہ اپنے زمانہ کے عالم متبحر اور فاضل وقت تھے، اس کے بعد حیاتی مین شاہ ولی اللہ سے بھی درس لیا،

شاعری مین بھی آگاہ نے قربی کی شاگردی کی، بقول آگاہ انھون نے پندرہ سال کی عمر سے شعر گوئی کا آغاز کیا، عربی وفارسی اور اردو مین شعر کہا کرتے، عربی وفارسی مین آگاہ، اور اردو مین باقر تخلص تھا، مولانا غلام علی آزاد پر صرف ونحو کے چار سو اعتراض کئے تھے، مگر اس کے باوجود ان دونون مین بڑا اتحاد تھا، آگاہ نے اپنے اشعار مین اس دوستی کی طرف اشارہ کیا ہی،

نواب والاجاہ آگاہ کی بڑی قدر ومنزلت کرتے تھے، اپنے دو لڑکون یعنی امیر الامرا اور عمدۃ الامرا کی اتالیقی انکے سپرد کی تھی، اور التور کی جاگیر مرحمت فرمائی تھی، آخر زمانہ مین خاص (پراوٹ سکرٹیری) کی خدمت بھی ان ہی کو تفویض ہوئی تھی،

آگاہ نے باسٹھ سال کی عمر پائی، سنہ ۱۲۲۰ھ مین انتقال ہوا، مدراس مین مدفون ہوئے، اپنی عربی وفارسی اور اردو تصنیفات کا گران بہا ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا، جنکی تعداد (۳۰۳) بتائی جاتی ہی، ان مین سے (۲۶) اردو مین ہین اور ان سولہ مین سے دس یورپ کے کتبخانون مین موجود ہین جن کی صراحت صفحات آیندہ مین کیجائیگی، پہلے یہان پر ان چھ اردو تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہی، جو یورپ کے کتبخانون مین موجود نہین ہین،

(۱) دیوان اردو (۲) روضۃ السلام (۳) ریاض السیر (۴) خمسہ متحیرہ (۵) مثنوی روپ سنگار (۶) فرائد در عقائد، ان کتابون کا تذکرہ اگرچہ یہان پر میرے موضوع سے خارج ہی، لیکن پھر بھی مختصر طور پر ان کی صراحت نامناسب نہین ہوسکتی،

آگاہ کا دیوان خاصا ضخیم ہے، راقم الحروف کے خاندان مین اس کے کئی نسخے ہین، اس مین حمد ونعت ومنقبت، مدح شیخ عبد القادر جیلانی، قصائد اور غزل وغیرہ ہر قسم کے کلام شامل ہین، جنمین آگاہ نے قصائد مین

فارسی قصائد کا تتبع کیا ہے، علاوہ ازین قصائد مین خصوصیت سے سودا (جوان کے ہمعصر تھے) کا رنگ نظر آتا ہے، یہ امر قابلِ اظہار ہے کہ آگاہ باوجودیکہ والاجاہ کی خاص عنایتون سے سرفراز تھے، اور ہر وقت ان کو تقرب شاہی حاصل تھا، مگر کبھی کسی موقع پر بھی کوئی قصیدہ بادشاہ کی مدح اور تعریف مین نہین کہا جس سے ان کی عالی حوصلگی اور عزتِ نفس کا ثبوت ملتا ہے،

دیوان مین غزلین ردیف وار ہین، ان مین بھی سودا کا رنگ ملتا ہے، البتہ سودا کی طرح تخیل کی بلند پروازی نہین ہے، آگاہ عربی و فارسی کے جید عالم تھے، اور پھر روحانی تعلیم بھی پائی تھی، ارشاد و ہدایت کے مرکز تھے، ان وجوہ سے ان کے کلام مین معرفت کی جھلک اور تصوف کی چاشنی موجود ہے، دیوان مین قطعات، رباعی، کبت وغیرہ بھی ہین، بطور نمونہ چند شعر پیش کئے جاتے ہین:-

جلوہ اس کا نہ رکھا کوئی تعین باقی
وہم باطل کا عبث ہمکو ہی پندار ہنوز

پیری مین کٹ گئی سب افسوس زندگانی
دیکھی کبھی نہ ہم نے ہوتی ہو کیا جوانی

ہر مصرع رسا میرا طوبی سے ہو قرین
کاندھے پہ ہے دبیرِ فلک کے علم مرا

ہو یار کا میرے سینہ مین بود و باش ہنوز
عجب ہو پھر مجھے اسکی ہو کیون تلاش ہنوز

...ش مین تیرے جو سو گئے ہم
بے ہوش دو جگ سے ہو گئے ہم

تکلیف سیر مجھ کو نہ دے ہرگز اے صبا
مانند بو مجھے ہو سفر نت وطن کے بیچ

ناکارہ و بیچارہ و آوارہ دل آگاہ
المنة للہ میرے دلدار کو بھایا،

یورپ کے کتبخانون مین مولانا آگاہ کی جو کتابین موجود ہین اس کی صراحت ذیل کے تختہ سے ہو سکتی ہے:-

سلسلہ	نام مخطوطہ	صراحت کتبخانہ جہان موجود ہے	نمبر	حجم وغیرہ	کیفیت
۱	ہشت بہشت	برٹش میوزیم لندن	او آر (۶۶۷۵)	ورق (۲۰۸) سطر ۲۳	
۲	ایضاً	قومی کتبخانہ پیرس	۸۷۲	ورق (۱۱۷) سطر ۲۳	
۳	ریاض الجنان	برٹش میوزیم لندن	او آر ۶۵۰۵	ورق (۱۳۰) سطر ۱۳	
۴	ایضاً	قومی کتبخانہ پیرس	۸۷۲	ورق (۷۲) سطر ۲۳	
۵	محبوب القلوب	برٹش میوزیم	او آر ۶۵۰۲	۳۸۰۰ شعر	
۶	تحفۂ احباب	ایضاً	او آر ۶۵۰۴	۳۵۰۰ شعر	
۷	تحفۃ النساء	قومی کتبخانہ پیرس	۸۷۲	۸۰۰ شعر	
۸	رسالہ فرقہ ہائے اسلام	ایضاً	"	۳۲۵ شعر	
۹	ہدایت نامہ	ایضاً	"	۲۵۰ شعر	
۱۰	معراج نامہ	ایضاً	"	۱۴۵ شعر	
۱۱	رسالہ عقائد	ایضاً	"	۶۰۰ شعر	
۱۲	مثنوی گلزار عشق عرف قصہ رضوان شاہ و روح افزا	کتبخانہ آکسفرڈ یونیورسٹی	او، آر ۶۶۴	ورق (۱۲۰) سطر (۱۱ تا ۱۷)	

(۱) ہشت بہشت دراصل آٹھ رسالون کا مجموعہ ہے، اس کی تصنیف ۱۱۸۳ھ سے ۱۲۰۶ھ تک ہوئی ہے

ہر رسالہ کا نام علٰحدہ ہے، ان مین آنحضرت صلعم کی سیرت مقدس کا ذکر کیا گیا ہو،

یہ مثنوی چند خاص خصوصیتین رکھتی ہو، اول تو یہ کہ اس وقت تک دکھنی زبان مین اس قسم کی کوئی تصنیف نہین ہوئی تھی، اس لئے کہا جا سکتا ہو کہ اردو زبان مین یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب تھی، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کو عربی اور فارسی کی معتبر کتابون کے مواد سے مرتب کیا گیا ہو، تیسرے یہ کہ اس وقت کی عام فہم اور سلیس زبان مین لکھی گئی ہے، عربی فارسی کے ثقیل الفاظ نہین ہین،

پیرس کے نسخہ کو یہ خصوصیت حاصل ہو کہ خود مصنف نے کاتب کے لکھنے کے بعد اس پر نظر ثانی کی ہے، اس سلسلہ مین مصنف کے قلم سے اضافہ ترمیم اور اصلاح ہوئی ہو، مدراس اور بمبئی مین یہ متعدد مرتبہ طبع ہوئی ہو،

(۲) ریاض الجنان، یہ مثنوی اہل بیت کے فضائل مین ہو، اس کی تصنیف سنہ ۱۲۰۶ھ مین ہوئی ہے، مثنوی کے پہلے نثر مین ایک طویل دیباچہ ہے، جسمین اپنی تصنیفات وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے،

(۳) محبوب القلوب، اس مثنوی مین شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے حالات اور فضائل درج ہین، اسکی تصنیف بھی سنہ ۱۲۰۶ھ مین ہوئی ہو،

(۴) تحفۂ احباب، اس مثنوی مین صحابہؓ کی فضیلت اور مناقب بیان کئے گئے ہین، اس کی تصنیف بھی سنہ ۱۲۰۳ھ مین ہوئی ہو، اس مثنوی کے ساتھ ہی ایک دیباچہ ہے جس مین اس امر کی وجہ بتائی گئی ہو کہ کیون اس وقت کے علماء دکھنی زبان کو زیادہ وقعت نہین دیتے،

(۵) تحفۃ النساء، اس مثنوی مین ازواجِ مطہرات و دیگر خواتین کی فضیلت و مناقب اور حالاتِ زندگی درج ہین، اسکی تصنیف سنہ ۱۲۰۵ھ مین ہوئی ہو،

(۶) رسالہ فرقہ ہاے اسلام، اس مثنوی مین عقائد کا بیان ہو، اور علم کلام کے اکثر مسائل، مثلاً اسماء، صفت، رویت، حسن و قبح، عفو، ایمان، توبہ وغیرہ کی تشریح کی گئی ہو،

(۷) ہدایت نامہ، اس مثنوی مین گناہون کا ذکر کیا گیا ہے،

(۸) معراج نامہ، اس مین معراج کے حالات ہین،

(۹) رسالہ عقائد، اس مین بھی عقائد کا ذکر ہے،

(۱۰) مثنوی گلزار عشق عرف قصہ رضوان شاہ و روح افزا، یہ مثنوی سنہ ۱۲۱۱ھ مین تصنیف ہوئی ہے، اور مصنف کی معرکہ آرا تصنیف ہے، اس کا دیباچہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہو، اس مین دکھنی زبان پر جو اعتراضات کئے جاتے تھے اس کا جواب دیا گیا ہو، اور اردو کی ابتدا سے بحث کی گئی ہے، نصرتی، اور سودا کا مقابلہ کیا گیا ہو، سودا کے کلام پر تنقید کی گئی ہو،

آگاہ کے کلام کے متعلق کچھ لکھنے کے پیشتر مثنوی گلزار عشق سے کچھ نمونۂ کلام پیش کیا جاتا ہو،

محبت کے گلزار کا باغبان　　جو تھا اُس کے اخبار سے گل فشان

ہلا اپنے خامہ کی شاخ نول　　جھمویا یہ قصہ کا او تار پہل،

کہ تھا ملک چین کے ایک شاہ　　تھا حکم اُسکا ماہی سے تا بہ ماہ،

بلا بھیج ہر علم کے اوستاد　　کئے اوس کے تعلیم کو دل نہاد

کئے اس کو جون چاہی تربیت　　ہوے پوری تا او سکیتن معرفت

طبیعی الٰہی مین فاضل ہوا　　ریاضی کے ہر فن مین کامل ہوا

ہوا ہیئت و ہندسہ مین باخبر　　حساب و مساحت مین بے نظیر

ہوا رنج ضائع میرا سال کا　　عجب ہے کہارا میرے حال کا

میرا سینہ حسرت سے ناشاد ہے　　گنہ لازم و رنج برباد ہے،

نہ اب جان جانان میرے ہاتھ مین، مجھے بخت والے ہین کس گھات مین
کہان سے گیا کھیلنے مین شکار کہان سے وہ ہرنی گئی دہان کنار
مین کیا کیا سہا ننگ و ناموس کھو برس ایک لگ شکل اوداس ہو،

بہرحال دونون ہو کشتی سوار چلے تن بہ تقدیر بے اختیار
اوپر اُن کے تھا نیلگون آسمان تلے اُن کے دریاے دور از گران
ہو دونون بھی جینے سے اپنے ملول گئے یکقلم اپنی ہستی کو بھول،
کئے قطع اس طرح کئی روز جب سمایا کہر ایک اُن پہ عجب،
نمایان ہوئی رات کو یک نہنگ اوپرے کوہ کا جس کے ہیبت سے دنگ

محبت مین کیا کیا مصیبت سہا، عجب ہے کہ اب تک وہ جیتا رہا،
اگرچہ خمیر اس کا ہے گا زخاک وے آتشی سے ہوا جل کے راک
تری شاہزادی کہ ہے شہ پری اسے داغ سے غم کے بریان کری
بہرحال پہنچا ہے وہ اب یہان ہلاکی سے مجھ کو دیا ہے امان،
تو جو ہو سکے تجھ سے تدبیر کر، اعانت مین اس کی نہ تقصیر کر،
دے اول خبر اسکے محبوب کی سپس فکر کر اس کے مطلوب کی

طوالت کے خوف سے دیگر مثنویون کے نمونے پیش نہین کئے جاتے بلکہ آگاہ نے اردو کی جو خدمت اپنی تصنیفات کے ذریعہ کی ہو، مختصراً اسکو بیان کیا جاتا ہی،

آگاہ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ انھون نے اردو زبان مین سیر، فقہ، عقائد پر متعدد کتابین تصنیف

کین اور ان کو خاص طور سے عورتون کی تعلیم کے لئے مرتب کیا،

آگاہ کے زمانہ مین مبالغہ اور دروغ گوئی کلام کا خاص امتیاز تھا اور جو کتابین حالات کربلا وغیرہ پر لکھی گئی تھین، وہ صداقت سے دور تھین، اس کے برخلاف آگاہ نے دروغ گوئی اور مبالغہ سے پرہیز کیا اور پھر عام طور سے اس وقت کی عام فہم اور سلیس زبان مین اپنے مافی الضمیر کو ادا کیا،

آگاہ نے آنحضرت صلعم کی سیرت مین اس امر کا خاص لحاظ رکھا ہے، کہ آپ کے اخلاق حسنہ اور پاکیزہ سیرت کو صداقت کے ساتھ پیش کیا جائے، اور بعد کے مصنفین کی طرح محض غزوات نبوی ؐ، اور معرکہ آرائیون وغیرہ کو شانِ رسالت کا نمونہ بنا کر پیش نہین کیا، آگاہ اس امر سے بخوبی آگاہ تھا کہ آنحضرت ؐ کی مبارک زندگی مین اخلاق و عادات ہی مسلمانون کے لئے چراغِ ہدایت ہین اور انھین کی پیروی صراطِ مستقیم پر گامزن کرا سکتی ہے،

(۲) ترجمہ کیدانی مؤلف مولانا محمد غوث شرف الملک مرحوم،

آگاہ کے رشتہ دار تھے، اولاً امیر الامرا کی رفاقت مین رہتے تھے، اور پھر ان کے فرزند عظیم الدولہ کے اتالیق مقرر ہوئے، عمدۃ الامرا کے عہد مین قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے، مگر ان کی تلون مزاجی سے ناراض ہو کر خدمت سے استعفا دیدیا، اس کے بعد سرہوٹ ہوتے ہوئے حیدرآباد آئے ۱۲۱۵ھ مین عظیم الدولہ نے مدراس طلب کر کے مدار المہامی کی خدمت سپرد فرمائی، لیکن پھر ۱۲۳۳ھ مین اس خدمت سے بھی مستعفی ہو کر تصنیف و تالیف مین مشغول ہو گئے، اکتیس ۳۱ کتابین ان کے قلم سے نکلین، جنمین سے اردو مین صرف ایک ہی بقیہ کتابین عربی و فارسی زبانون مین ہین، اردو کی وہ کتاب یہی ترجمہ کیدانی یا فقہ حنفی ہے، جو نثر اردو مین لکھی گئی ہے،

موصوف کا ۱۲۳۸ھ مین انتقال ہوا مدراس مین مدفون ہوئے[1]،

---

[1] راقم الحروف موصوف کی چوتھی پشت مین ہو،

انڈیا آفس مین کتابون کا ایک غیر مرتب ذخیرہ بھی ہو جسکی ایک خام فہرست بنائی گئی ہو، جو دہلی کلکشن کے نام سے موسوم ہے، مندرجہ صدر مخطوطہ اسی فہرست مین شریک ہے، اس کا نمبر (۱۱۵۳) ورق (۹۶) سطر (...) تاریخِ کتابت یکم ربیع الثانی ۱۲۳۲ھ عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

"جان تو بیشک بندہ جانچا گیا ہی درمیان اس کے کہ فرمان برداری کرے وہ اللہ برتر کتین پس ثواب پادی اور درمیان اس کے کہ نافرمانی اس کی پھر عذاب کیا جائے، وہ اور جانچ اللہ کی موقوف ہے، ساتھ عمل شرح کی گئی، اور ساتھ عمل غیر شرح کی گئی"

(۳) چار گلشن، یہ ایک طویل مثنوی ہی جسمین تقریباً (۲۵۰۰) شعر ہین، اس کا مصنف سرشار ہے جو والاجاہ کے عہد مین ان کے پوتے عمدۃ الامرا کے دربار کا شاعر تھا،

اس مثنوی مین چار درویش کو منظوم کیا گیا ہی، ۱۲۱۶ھ مین اس کی تصنیف ہوئی ہی، مثنوی مین پہلے حمد و نعت (مناجات) حالات معراج اور منقبت حضرتِ علی کے بعد والاجاہ کی مدح، سبب تالیف کتاب اور اپنے ممدوح کی تعریف کی گئی ہی، پھر اصل داستان شروع ہوتی ہی،

برٹش میوزیم کا مخطوطہ ۲ ذیحجہ ۱۲۵۲ھ کا لکھا ہوا ہے، کاتب سید یعقوب اور مقامِ کتابت قادر نگر عرف تنجاور ہے،

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:۔

اپنے ممدوح کی تعریف:۔

کروں مدح نواب عالی جناب — کہ ہے عمدۃ الامرا جس کا خطاب
بڑی اس کی دولت بڑا اس کا ٹھاٹ — وہ ہے وارثِ صوبہ ارکاٹ
سخاوت کے گھر کا ہی روشن چراغ — تروتازہ اوسے عدالت کا باغ
وہ شیر دلاور بمیدان جنگ — ولایت مین سن نام لرزین فرنگ

وہ ہے علم و تمکین کا کوہِ گران — مروت کوئی کیا کرے امتحان

پھر وہ امرائے دولت کی تعریف کے بعد سبب تالیف بیان کرتا ہو کہ ایک دن مجلس مین سخن شناس اہل علم و فضل جمع تھے اور شعر و سخن پر گفتگو ہو رہی تھی، اثنائے کلام مین سرشار کو حکم دیا کہ چہار درویش کو دکھنی نظم مین منظوم کرے، حکم کی تعمیل مین ایک سال مین اسکو مکمل کیا گیا۔

کہ یک روز آراستہ کر مکان — وہ بیٹھا تھا مسند بو بافروشان
تھا حاضر وہان خانِ حیدر نواز — کرم سے ہے جس کی جہان سرفراز
رشید علی خان بہادر امیر، — وہ سردار کا تھا بہت دلپذیر
وہ سردار کا جو کہ ہے نور عین — وہ عالی نسب مرتضیٰ حسین.
غلام علی خان وحید رعلی، — جو تھے جان و دل سے غلام علی
تھا بازو سے بیٹھا جوان سبز رنگ — وہ قادر حسین سرافراز جنگ،
دو فرزند سردار کے در تاج — وہ تھے بزم آداب کے دو سراج
تھا واجد علی خان با حشم و جاہ — دل و عقل و روشن وہ علی نگاہ

اسی طرح سید حسین خان، رضا حسین خان، معروف علی خان، مسیح الزمان خان، نظام الدین حسین خان کا ذکر ہے، اس کے بعد لکھتا ہے:۔

تھا اس بزم مین شعر کا گفتگو — اُسی دن مین بھی گیا روبرو
کہا مجھ کو اے میرے سرشار آ — ہوا تیرے آنے سے دل خوش مرا
کہ تو باغِ معنی کا ہے آب و رنگ — تیرے دیکھو اشعار عالم ہے دنگ
کہے شعر رنگین و مضمون نئے — کہے تو سخن تو نہ پھر کوئی کہے،
کہا تو نے قصہ قصائد کہے، — نشانی تیری ہر مکان پر رہے

اگر جاوے دیوان ترا ہر کہین،   جو دیکھا کہا آفرین آفرین
جو ہے چار درویش کی یہ کتاب   ہے مضمون رنگین زبس انتخاب
اگر نظم ہندی اسے تو کرے،   جواہر معانی کے اس مین بھرے
جو دیکھے وہ قصے کو دیوانہ ہو،   سخن شمع ہو خلق پروانہ ہو،

....

شروع کر ہوا سال یک در حساب   بفضل خدا ہوئی مرتب کتاب
شب بدر رجب کی تھی دلفروز   تھا شاہ نجف کے تولد کا روز
جو چاہا مین تاریخ یا بو تراب   وہ ہاتف دیا "چار گلشن خطاب" ۱۲۱۶ھ

مختلف مقامات سے کچھ حصہ ملاحظہ ہو:-

مین آفت سے دریا کی لے بادشاہ   بچا جب چلا کہ بستی کی راہ،
گیا سمت بازار کے جب خرام   نہ تھا وہان بھی قسمت مین آب وطعام
گرفتار ہو چور بھایا سہا   سیاست سے پہر دار کے بچ رہا،
لیجا چاہ مین جب دے صحکو ڈال   خدا سے کیا عرض مین اپنا حال

اٹھا جو ب اس کو دیکھا مین جا   وہ بیٹھی تھی روتی ہوئی سر جھکا
لگایا مین یک چوب نزدیک جا   تلے سانس بہران نے ہو گئی فنا
وہ توشہ کا صندق اٹھا لیکہ مین   وہ ہر روز کھانے لگا اس کتین،
خداوند راق بندہ نواز   کرے پرورش سبکو ہو کارساز

جدائی کا شعلہ بھڑکنے لگا،   گویا مرغ بسمل تڑپنے لگا،
کیا جیب و دامن کو مین چاک چاک   اوڑانے لگا سر پہ مین اپنی خاک
کیا آہ پر آہ مین ہائے ہائے   بہا اشک گلرنگ کھاوے ولے
مجھے دیکھ وائی نے سر پیٹتی   کھری آکے چھاتی کتین کوٹتی،

خاتمہ مثنوی:-

گیا روم کو جب وہ آزاد بخت   پسر کو خوشی سے دیا تاج وتخت،

....

خدا کا وہ کر شکر رہتے تھے شاد   خدا دیوے ہر یک کو ایسی مراد
دے ساقی مجھے ایک باقی جام   یا ہو دریا صاف بھرے تمام،
نہ یہ مے کہ جس سے ہے عالم خراب   دے وہ مے جو ہو الفت بوتراب

سرشار کی غزل کا نمونہ بھی ملاحظہ ہو:-

ارے یہ فلک کیا دل آزار ہے،   جفا کار ہے سخت مکار ہے،
اگر ہوین معشوق وعاشق بہم   تو آنکھون مین اس کے گویا خار ہے
مبدل کرے وصل کو ہجر سے،   یہ عادت ہے اس کی یہ اطوار ہے،
فلک کا کہان تک مین شکوہ کرون   ارے یار تیرا خدا یار ہے،
مجھے تو کبھی اپنے دل سے نہ بھول   اگر عاشقی مین وفادار ہے،
ملاقات میری ہے خواب وخیال   سعی اس مین کرنا یک آزار ہے،

یورپ مین ارکاٹ کے صرف یہی چند مخطوطات ہین، ورنہ ارکاٹ نے اردو کی جو کچھ خدمت کی ہے، وہ طویل صفحات کی متقاضی ہے، کبھی انشاء اللہ تعالیٰ اس پر روشنی ڈالی جائیگی،

چین مین اشاعتِ اسلام

از

مولوی عبدالقدوس صاحب

(۲)

چنگیز خان ایک لیٹر اتھا، اسے مذہب وملت سے کوئی واسطہ نہ تھا، اسی لئے اس کے لشکر مین ہر مذہب وملت کے کچھ لوگ موجود تھے، بہت سے ترک اور افغانی بھی موجود تھے، فارسیون کی بھی ایک بڑی تعداد اس کی فوج مین شامل تھی، پھر اس کے بعد قوبلاے خان کے عہد مین فارس سے بہت لوگ چین آئے، یہ لوگ اس عہد مین فوجی خدمتین انجام دیا کرتے تھے، مشہور ایطالوی سیاح (مارکوپولو) کا بھی یہی خیال ہو کہ چین مین دو ایک مسلمان ممکن ہو پہلے موجود ہون مگر اتنی بڑی تعداد چنگیز خان اور اس کی اولاد کی لائی ہوئی،

ابن بطوطہ نے بھی بہت سے ان لوگون کا اپنے سفرنامہ مین تذکرہ کیا ہو جو قوبلاے خان کے عہد مین فارس سے آکر چین مین بس گئے تھے،

۱۹۰۶ء مین فرانسیسی وزارت معارف نے ایک علمی مشن چین کے متعلق معلومات بہم پہونچانے کے لئے یہان روانہ کیا جس کے رئیس مسٹر اولن (M. OLLONE) تھے، اس لئے یہ مشن اولن مشن کے نام سے مشہور ہے، یہ مشن ۱۹۰۹ء تک تین سال چین مین رہا، وہان سے واپس آکر مشن نے

اپنی روداد سفر دو ضخیم جلدون مین شائع کی، اس کا انگریزی ترجمہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے واسطے سے ہم تک پہونچا ہو، چینی مسلمان اور ان کی تاریخ کے متعلق زیادہ سے زیادہ جو معلومات مجھے میسر آسکے ہین وہ اسی کتاب سے ملے ہین، خود مشن مذکور کا بیان ہو کہ ہم لوگ عام چین اور چینیون کے متعلق معلومات بہم پہونچانے کے لئے وہان بھیجے گئے تھے، مگر اثنائے قیام مین ارکان علمیہ کے بہت سے خطوط نے ہماری توجہ صرف اسلامی چین کی طرف منعطف کردی، اور یہ ایمانداری کے ساتھ اقرار کیا جا سکتا ہو، کہ ہمارا یہ سفر صرف اسلامی چین کے متعلق کچھ معلومات بہم پہونچا سکا"

مین اس جگہ پر چین مین ظہورِ اسلام کے متعلق اولن مشن کا بیان نقل کرتا ہون، اگرچہ اس سے بھی اس مسئلہ پر کافی روشنی نہین پڑتی، مگر جو کچھ مل سکا ہو وہ یہی ہو،

مشن مذکور کی تحقیقات کے بموجب ممالک چین مین ظہور سب سے پہلے صوبہ نیان مین ایک عربی مسلمان کے ہاتھون ہوا، اس شخص کا نام شمس الدین عمر اور لقب سید اجل تھا، یہ خاندان نبوت کا ایک بہادر سنجیدہ اور عقلمند آدمی تھا، پہلے ایک مسافر کی حیثیت سے نیان آیا اور اپنے اخلاق و ذکاوت کی وجہ سے بہت جلد چینیون مین ہر دلعزیز ہو گیا، آدمی ہوشیار تھا، حکومت نے کسی معمولی عہدہ پر مامور کر لیا، حسن خدمت، دیانتداری و راستبازی کی وجہ سے برابر ترقی کرتا رہا، یہان تک کہ ایک دن صوبہ نیان کا گورنر مقرر ہوا، گورنر ہو کر عدل و انصاف، بر و احسان کو حاکمانہ شان مین محکومانہ نرمی و لینت کا وہ عدیم المثال نمونہ پیش کیا کہ آج تک چینی اس کے نام کا کلمہ پڑھتے ہین، اپنے ایام حکومت کے بہت سے مآثر و یادگارین چھوڑین، جو مدت تک چینیون کی معتبر ترین یادگارین تھین، اور بعض ان مین سے آج بھی گردشِ شام و سحر مین باقی رہکر اپنے عظیم الشان بانی کی یاد تازہ کر رہی ہین،

الناس علی دین ملوکھم انسان اپنے حکمرانون کی اطاعت کا عجیب و غریب نمونہ پیش کرتا ہے

اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ محکوم پر اپنے حکمران کے طور طریقہ، وضع قطع، طرز و تمدن اور خیال و اعتقاد کا بڑا اثر پڑتا ہی، اس عظیم الشان فرمانروا کا صوبہ یونان کے باشندون پر جو اثر پڑا ہوگا اسکا بیان فضول ہے، یقیناً اس زمانہ مین یہان کے باشندے بہت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہونگے، اس کے علاوہ اور ہمسایہ ممالک سے کچھ مسلمان آئے، اور یہان آباد ہو گئے، یہی وجہ ہے کہ چین مین مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ اسی صوبہ مین ہی،

ایطالوی سیاح مارکوپولو (MARCO POLO) جس نے تیرھوین صدی عیسوی کے آخر مین ایشیا کے بعض ممالک کا سفر کیا ہی، لکھتا ہی کہ مین یہان سید عمر اجل کے بڑے لڑکے سید نصیر الدین سے ملا، اور ان کے متعلق بہت سے حالات و واقعات بھی لکھے ہین،

سید اجل شمس الدین محمد عمر

مسلمانون کے اس عظیم الشان فرد کے سوانح حیات مسلمانون کی کسی تاریخ مین مجھے نہ مل سکے عربی و فارسی تواریخ سے اس شخص کا کہین پتہ نہ چل سکا، اس لئے مین مندرجہ ذیل حالات انسائیکلوپیڈیا آف اسلام سے نقل کرتا ہون، جس کے مرتب مسٹر ہارتمان جیسے اشد اعدائے اسلام مورخ ہین جنھون نے اپنی کتاب مین سیکڑون مسلم الثبوت وہین واقعات کا صرف اس لئے انکار کر دیا ہے، کہ اس سے مسلمانون کی نیکنامی کا کوئی شائبہ پیدا ہو جاتا تھا، خیر یہ تو اچھا ہی ہے، کہ "سر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران"

کہا جاتا ہی کہ جب چنگیز خان نے مغرب کی طرف حملہ کیا، تو سید اجل ایکہزار سوارون کے ساتھ اس سے آملے اور اپنی اطاعت کا اظہار کیا، چنگیز خان مذہب و ملت سے کوئی واسطہ نہ رکھتا تھا، اسے تو بہادر لیڈرون کی ایک بڑی تعداد چاہئے تھی، آدمی بہادر و شجاع دیکھکر اپنے معتمدین افواج مین مقرر کر لیا، ذاتی اخلاق و شجاعت کی بنا پر چنگیز خان انکی بڑی تعظیم و تکریم کرتا تھا،

سید اجل ۱۲۲۹ء تک اس کے ساتھ رہے، ۱۲۳۰ء مین جب سلطان اوغونائی (۱۲۳۰-۱۲۴۲)

والی مملکت ہوا، تو اس نے ان کو تین علاقے فونگ، تسنی نگ اور یون نائی کا والی مقرر کیا، ۱۲۴۷ء تک یہ ان علاقون کے گورنر رہے، اس کے بعد انھین دار السلطنت پکین بلا لیا گیا، وہان دربار کے کسی عہدہ پر مامور رہے، ۱۲۵۱ء مین جب سلطان نانغو تخت نشین ہوا تو اس نے سید اجل کو تا اول ہوان ایک دوسرے سردار کے ساتھ چھ علاقون کا ناظر مقرر کیا اس کے بعد ان کو مدیر عام و محکمۂ خبر رسانی کا افسر اعلی بنایا گیا، سلطان نے جب تشو نشوان پر حملہ کیا تو انکو اپنے ساتھ لیتا گیا تھا، اس وقت یہ ناظم لشکر تھے، اپنی قابلیت اور غیر معمولی ذہانت و ذکاوت سے انھون نے اس حملہ مین وہ کارہائے نمایان انجام دیئے کہ بادشاہ بہت خوش ہوا، سلطان قوبیلاے خان جب بادشاہ ہوا تو اس نے انھین وزیر مقرر کر لیا،

سید اجل کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی نیا عہدہ ان کے سپرد ہوتا تھا یہ اس سے بڑے عہدے کے قابل ثابت ہوتے تھے، ان کے اخلاق اور ان کی غیر معمولی ذہانت سے ایسے ایسے گران مایہ امور تکمیل پاتے تھے کہ سلطنت کا اعتماد و رعایا کی محبت اور دوچند ہو جاتی تھی، یہی وجہ تھی کہ روز بروز ترقی کرتے جاتے تھے،

۱۲۷۴ء مین انکو علاقہ یونان کا جو چین کا سب سے بڑا علاقہ ہے، گورنر منتخب کیا گیا، اس وقت اس علاقہ کی یہ کیفیت تھی کہ ساری مملکت مین سب سے برباد و باغی علاقہ تھا، تعلیم و تربیت کے نام سے کان ناآشنا تھے، جہلا، جنگجو اور باغی قبائل یہان بستے تھے، زمینین بنجر و غیر آباد پڑی ہوئی تھین، جغرافی حیثیت سے اس صوبہ کی حالت یاغستانی علاقہ سے کسی طرح بہتر نہین ہی، پہاڑی سلسلے بہت ہین، زمینین پتھریلی اور سیاہ ہین، ایسی صورت مین کھیتی باڑی ایک مشکل امر ہو جاتی ہی، سید عمر جس وقت یہان پہونچے تو شاہی خاندان کا ایک آدمی ان قبائل کا سردار بنا ہوا تھا، اس کی ہر دلعزیزی و رسوخ کا یہ عالم تھا کہ اس کے ادنی اشارے پر قبائل اپنی جانین دیدینے کو تیار ہو جاتے تھے، نو گورنر نے یہ فوراً

محسوس کر لیا کہ اس شخص سے بگڑ کر یہان حکومت کرنی نہ صرف مشکل ہی، بلکہ سخت خون ریزی و فساد کا دروازہ کھل جانے کا اندیشہ ہے، چنانچہ سید عمر نے یہان پہونچکر سب سے پہلا کام یہ کیا اس قائد کو اپنا گہرا دوست بنالیا، اس طرح انکو نہ صرف حکومت کرنے کا بلکہ اصلاحی ارادون کو عملی جامہ پہنانے کا موقع مل گیا،

اصلاحات اگرچہ سید عمر کو جس وقت یہ علاقہ سپرد کیا گیا وہ ان کی ضیعفی کا وقت تھا، اور قضا کے نہ رکنے والے ہاتھون نے ینان کی خاک کو اس عدیم المثال حکمران کے برکات سے مستفید ہونے کا صرف ۵ سال موقع دیا، مگر تاہم اسی پانچ سال مین مصلح گورنر نے ان نہ مٹنے والے کارنامون کا سنگ بنیاد رکھدیا جو چین اور چینیون کی ترقی کا پیش خیمہ اور نقش اول ثابت ہوئے، ان جاہل و جنگجو قبائل کے دلون مین نئی لگن لگا کر گویا اس شخص نے چین کی دنیا بدل دی،

سید عمر نے یہان آکر بہت سے پرائمری و سکنڈری مدارس قایم کئے، اور تہذیب و اخلاق سکھانے کے لئے تمام وہ ذرائع استعمال کئے جو اس وقت ممکن ہو سکتے تھے، پڑتی و افتادہ زمینون کی آبادی اور منافع عوام کے لئے خاص انتظامات کئے، چنانچہ سڑکین پل، غارتگر دریاؤن پر مضبوط بندھے، خشک و بے آب علاقون مین نہرین، حوض، کنوین، اور پانی کے بڑے بڑے خزانے اس وقت کی یادگار کے طور پر مدتون قایم رہے اور بعض ان مین سے اب بھی باقی ہین، اور زائرین کی نظرون مین اپنے عظیم الشان بانی کی شخصیت کا نہ مٹنے والا نقش قایم کر رہے ہین،

اولن مشن کی رپورٹ اور فرانسیسی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے بیانات کے بموجب ینان مین یتیم خانون و محتاج خانون کی بنیاد بھی سید عمر ہی کے دور مین پڑی، انھون نے پرائمری مدارس کے ساتھ تعلیم بالغان کا بھی انتظام کیا،

سنہ ۱۸۹۶ء مین سلطنت روس نے ایک علمی مشن چین کی تاریخ اور آثار کے تحقیقات کے لئے بھیجا تھا،

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام نے اس مشن کی روداد سے اقتباس لیتے ہوئے لکھا ہی کہ سید عمر نے وہان عام زراعتی پستی کو دیکھتے ہوئے ایک ایسا محکمہ قایم کیا جو گورنمنٹ کی طرف سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑون مین نئی نئی چیزون کی زراعت کر کے چینیون کو اس سے روشناس کرائے اور اس کے علاوہ کسانون کے لئے ہر قسم کی آسانیان پہونچائے، یہ پہلا محکمۂ زراعت تھا جو چین مین قائم ہوا،

صوبہ ینان چین کا سب سے بڑا صوبہ ہی، یہ صوبہ ملک چین کے شمالی مغربی حصہ مین واقع ہی رقبہ ۱۴۶۷۵۶ مربع میل یعنی پوری سلطنت اٹلی سے ۳۲ ہزار مربع میل زیادہ ہے، حدود اربعہ یہ ہین، شمال مین تبت، جنوب مین انام، مشرق مین صوبہ سونگ، مغرب مین برما، نیز اس صوبہ مین بہت سے پہاڑی سلسلے ہین، جنکی بلندی کم سے کم ۲۰۰۰ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰۰۰ فٹ تک ہی، تین بڑے بڑے دریا جاری ہین، دریائے لوین دریائے میکانگ، اور دریائے شیلوی، پورا صوبہ اس وقت مین ضلعون پر منقسم تھا، جنمین سے ضلع تشاوٹیان کی یہ حالت تھی کہ اس مین بہت سے چھوٹے چھوٹے نالے جاری تھے وہ سب آکر ایک ندی مین گرتے تھے، برسات مین یہ ندی اتنا پانی کھینچ نہ سکتی تھی اس لئے کنارے کے مقامات کو ہمیشہ جانی و مالی نقصانات کا خطرہ رہتا تھا، سید عمر نے اس ضلع مین ایک بہت بڑی نہر اس طور پر کھدوائی کہ وہ نالون سے آدھا آدھا پانی لیتی ہوئی خشک اور بے آب علاقون سے گذر جائے اس طرح غیر آباد علاقون کی سیرابی کے علاوہ غرقاب علاقون کو تباہی سے بچانے کا ایک معقول انتظام ہو گیا، انگریزی سیاح مسٹر بر وہال (RRW MH-ALL) جنھون نے چین مین ۱۹ سال قیام کرنے کے بعد واپس آکر ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو روداد سفر شایع کی ہی، بیان کرتے ہین کہ یہ نہر اب تک باقی ہے، اور ہر دور مین اس کی مرمت ہوتی رہنے کی وجہ سے آج تک کام دیرہی ہی،

شہر سے دور مقامات کے باشندون کی ضرورت کے لئے مختلف علاقون مین ہفتہ وار، ماہوار اور ہفتہ مین دو بار بازارون کا انتظام کیا گیا، اور اس سلسلہ مین مزید آسانی کی غرض سے چنگی معاف کر دی گئی،

بازار کے لئے گودامین وسرائے تعمیر کرائین،

ڈاک کے انتظامات کے لئے سید عمرؒ نے ۱۲۷۶ءمین چار سو سوارون کا ایک دستہ مقرر کیا، پھر انکے لئے مختلف جگہون پر اسٹیشن مقرر کئے، جہان ان کے گھوڑے بدل دیئے جاتے تھے، یا ڈاک کا تھیلا دوسرے سوار کے سپرد کیا جاتا تھا، اس طرح دور کی خبرین بھی ہر دوسرے دن دارالصدر صوبہ ینان فو مین پہونچ جاتی تھین،

چین مین اس دور مین بہت سی مساجد تعمیر ہوئین، جن مقامات مین سید عمر کو مقرر کیا گیا وہان اپنی یادگار کے طور پر انھون نے ایک خانہ خدا ضرور بنا دیا، علاقہ ینان مین تو بہت سی مسجدین تعمیر کرائین، فرانسیسی مشن کا بیان ہے کہ دارالصدر ینان فو مین انکی تعمیر کردہ دو مسجدین اب تک باقی ہین،

ینان مین سید عمر چونکہ ایک حکمران ہونے کی حیثیت سے آئے تھے، اس لئے یہ نہایت ناانصافی ہوتی کہ مٹھی بھر مسلمانون کے لئے سیکڑون مسجدین بنائی جاتین، اور بودھ وکنفوشیوس کے لئے کوئی عبادت خانہ تعمیر نہ کرتے اس لئے انھون نے بہت سے مندر وشوالے بھی بنوائے، بروھال نے لکھا ہی کہ دریائے شیلی کے کنارہ پر سید مذکور کا تعمیر کردہ ایک قدیم شوالہ اب تک موجود ہی، اس علاقہ کے کنفوشیوس اس شوالہ کو بہت متبرک مانتے ہین، اور سال مین ایک بار اس پر بڑا میلا ہوتا ہی، دور دور سے لوگ آتے اور شریک ہوتے ہین،

عادات واخلاق | ان کی اخلاق مندی تواضع اور صلح جوئی کے بہت افسانے چینیون مین مشہور ہین منجملہ ان کے ایک یہ قصہ بھی بہت زبان زد عام ہے کہ ایکبار لوبان نے جو ایک ہمسایہ علاقہ کا حاکم تھا، علاقہ ینان کے ایک کنارہ پر حملہ کیا، اور ایک قلعہ پر قابض ہوگیا، یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آج کی طرح انتظامی وفوجی معاملات الگ الگ دو آدمیون سے متعلق نہ ہوتے تھے، جو سردار کسی علاقہ کا والی مقرر کیا جاتا ہے، وہ اس کے جزو کل کا مالک ہوتا تھا، دفاع وغیرہ تمام خدمتین اسی کے سپرد ہوتی تھین، چنانچہ سید صاحب کے نام فرمان شاہی صادر ہوا، کہ فوج لیکر روانہ ہون اور اس بغاوت کو فرو کرین،

ضعیف سردار جب فوج لیکر روانہ ہوا تو بہت ملول ورنجیدہ تھا لوگون نے گمان کیا کہ غنیم سے مقابلہ کا خیال ان کو ہراسان کر رہا ہی، اس لئے بعضون نے پوچھا، سید عمرؒ نے جواب دیا، عنفوان شباب سے آج تک نہ کبھی جنگ سے ڈرا ہون نہ آج ڈر رہا ہون، رنجیدگی وملال کا سبب یہ ہی کہ بہت سے بے گنا ہون کا مفت مین خون ہوگا، فوج اور سپاہیون کے علاوہ کتنے بے گناہ باشندے اس جنگ مین برباد ہونگے،

چونکہ خون ریزی سید عمر کو پسند نہ تھی اس لئے وہان پہونچکر باغیون کے سردار سے صلح کی گفت وشنید شروع کی گئی، سید عمر کے حزم واستقلال، بہادری وشجاعت کی داستانین سارے چین مین مشہور ہوچکی تھین، دوست ودشمن ان کی ان صفات کا لوہا مانتے تھے، اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ ان کو اپنا مقابل دیکھ باغیون نے اطاعت قبول کرلی، مگر یہ شرط رکھی کہ جس شہر پر وہ قبضہ کر چکے ہین وہ خالی نہین کرین گے، سید عمر کی فوج کے چند سردارون نے انتظار سے اکتا کر قلعہ کی دوسری طرف سے ایک چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ حملہ کر دیا، اور باغیون کی توجہ دوسری طرف مبذول ہونے کی وجہ سے کامیاب بھی ہوگئے لیکن سید عمر نے اس کو نہایت ناپسند کیا اور قلعہ سے اپنی فوج کو واپس بلا لیا، ساتھ باغیون کے بھی چند سردار بلائے اور دونون جمعیتون کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو سرزمین ینان کا والی صرف اس لئے بنایا ہے کہ مین یہان عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرون، مجھے اس علاقہ پر خون ریزی وظلم کے لئے حاکم نہین بنایا گیا ہی مین یہ ہرگز پسند نہین کرتا کہ میری فوج مخالفین کی موجودگی مین جبراً قلعہ مین داخل ہو جائے، اس طرح بے گناہ شہریون کا خون ہوگا، اس بے مثال صلح جوئی وآشتی کو دیکھکر بلوائیون نے قلعہ سپرد کر دیا، اور ہزارہا انسانون کا خون ہوتے ہوتے بچ گیا،

وفات | سید اجل شمس الدین محمد عمر رحمہ اللہ نے اواخر ۱۲۷۹ءمین انتقال کیا، یہ کہنے کی ضرورت نہین کہ اتنے ہر دلعزیز فرمانروا کے کھونے پر چین نے کتنا عظیم الشان ماتم کیا، اور کس طرح تبت وسونگ وغیرہ علاقون نے اظہار رنج وملال کیا،

چینیون کا دستور ہی کہ جب ان مین کسی بڑے آدمی کا انتقال ہوتا ہی، اس کے نام کی قربانیان کرتے ہین اور اسکا بت بنا کر بطور یادگار کے نصب کرتے ہین، چنانچہ سید عمر کے نام سے بھی ان کے انتقال کے دن کنفوشیوس فرقہ نے بہت سی قربانیان کین،

سید عمر نے پانچ بیٹے و ۹ پوتے چھوڑے، سید صاحب کے انتقال کے بعد فرمان شاہی کے بموجب ان کے بڑے فرزند سید نصیر الدین والی ینان مقرر ہوئے، اس کے بعد سید اجل کی اولاد حکومت کا جزو بنی رہی، اور حکومت چین کو انکی ایمانداری و صداقت، راستبازی پر ہمیشہ بھروسہ رہا،

سنہ ۶۸ء مین جب تائی تسو کادھوانگ تی چین کے تخت و تاج کا وارث ٹھہرا، تو اس نے تخت پر آنے کے بعد وزراء کے قدیم حالات جمع کرنے کی طرف توجہ کی، چنانچہ اس غرض سے علماے وقت کی ایک کمیٹی بنائی گئی، اس کمیٹی نے سنہ ۱۳۷۵ء مین، سال کے بعد مآثر وزراء تیار کرکے دربار شاہی مین پیش کیا، ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ موازنہ و مقابلہ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ تہذیب و تمدن پھیلانے اور راعی و رعایا کا یکسان بہی خواہ ہونے کی حیثیت سے کوئی وزیر ہیانگ یانگ یعنی سید اجل محمد عمر کا ہمپایہ نہین گذرا ہی، اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک مستقل کتاب صرف ان کے حالات، مآثر و سوانح مین تصنیف کیجائے، اس حکم کی تعمیل مین ایک کتاب ان کے حالات مین تصنیف کی گئی، جسکا نام ین تشہ شو رکھا گیا، یہ کتاب شاہی حکم کے بموجب ملک کے تمام مدارس مین داخل نصاب کی گئی، نیز بادشاہ نے سید عمر کے بہت سے بت بنوا کر مختلف مقامات پر نصب کرائے، جنمین سے اکثر اب بھی موجود ہین، یہان بودھ و کنفوشیوس مذہب کے چینی قربانیان کرتے اور نذرین چڑھاتے ہین،

سنہ [illegible] مین چینی حکومت نے اس وقت کے سب سے بڑے مصنف تشی نگ ہو کو سید اجل کی سیرۃ و سوانح پر اور زیادہ مفصل کتاب لکھنے کا حکم دیا، یہ کتاب کئی جلدون مین لکھی گئی، اسمین سید اجل کا لقب بجاے السید الاجل کے الامیر الامین المحسن لکھا گیا ہی،

اولاد، آج سات سو برس سے سید عمر کا خاندان چینیون مین ایک محترم و معزز خاندان شمار کیا جاتا ہی، رعایا کو ہمیشہ انکی رہنمائی سے فائدہ پہونچتا رہا ہی، حکومت کو انکی خدمات نے گران قدر منافع پہونچایا ہی، یہ خاندان سید عمرؒ کے پانچ بیٹون سے پھیلا ہی،

(۱) سید نصیر الدین:- سید عمر کے سب سے بڑے فرزند، چینی ان کے نام کا اپنی زبان مین ترجمہ کرکے لاسونائی نگ کہتے ہین، باپ کی زندگی مین دولت چین کے وزیر تھے، پھر صوبہ شانسی کے والی مقرر کئے گئے، سنہ ۱۲۷۹ء مین جب سید عمر نے وفات پائی تو یہ صوبہ ینان مین اپنے والد کے جانشین بنا دیے گئے، اخیر عمر تک اسی عہدہ پر فائز رہے، ان کے عہد مین صوبہ ینان نے کوئی قابل ذکر ترقی نہین کی، سنہ ۱۲۹۲ء مین وفات پائی،

(۲) سید حسن:- سید صاحب کے دوسرے لڑکے، چینیون مین اپنے اصلی نام حسن ہی سے مشہور ہین، فوجی آدمی تھے، کبھی کوئی انتظامی عہدہ ان کے سپرد نہین کیا گیا، کوانگ ٹونگ کی فوج کے افسر اعلیٰ تھے، سنہ وفات کا پتہ نہین چلتا،

(۳) سید حسین:- سید محمد عمر کے تیسرے فرزند، یہ بھی اپنے اصلی ہی نام سے یاد کئے جاتے ہین، سید نصیر الدین کو جب صوبہ شانسی کی گورنری سپرد کی گئی، تو انکی جگہ یہ وزیر مقرر ہوئے، پھر کچھ دنون کے لئے صوبہ کیانگ سی سپرد کیا گیا، اور اخیر عمر مین سید نصیر الدین کی جگہ ینان کے والی ہوئے،

(۴) سید شمس الدین:- صوبہ کینگ سی سے کین ٹنشانگ جب الگ کیا گیا تو یہ اس پر حاکم مقرر ہوئے، اور آخر تک اسی عہدہ پر قائم رہے،

(۵) سید مسعود:- سید عمر کے سب سے چھوٹے فرزند، چینی انکو (ماسو ہو) کے نام سے یاد کرتے ہین، پکین مین پہلے وزیر تھے، اس کے بعد اپنے بھائی سید حسین کی جگہ ینان کے حاکم ہوئے،

سید اجل کے پوتون مین سے سب سے زیادہ مشہور (بایان فنیشان) ہین، یہ سید نصیر الدین کے لڑکے تھے، ان کے اصلی و اسلامی نام کا پتہ نہ چل سکا، ابتدا مین در دولت پر وزیر عدالت تھے، سید مسعود کے انتقال

پر والی ینان مقرر ہوئے، انھون نے اپنے دادا سید اجل کے تمام عمرانی ارادون کی تکمیل کی، اس وجہ سے حکومت کو ان پر بہت اعتماد تھا، سلطان چین کی تشریف آوری پر انھون نے استقبال کا بہت بہتر انتظام کیا تھا جس کے صلہ مین امبراطور نے (الامیر المجتہد الامین) کا لقب عطا کیا، سینگان فو کی مشہور یادگار مسجد ان ہی کی بنوائی ہوئی ہی، انھون نے اسمین ایک مدرسہ بھی جاری کیا تھا، اور حکومت سے سفارش کرکے اسلام کے لئے دین طاہر وحق کا نام تجویز کرایا تھا، اس حکمران کی کوششون سے بہت سے چینی وحشی قبائل حلقہ بگوش اسلام ہوئے،

سید شمس الدین عمر کے پوتون مین سے حسب ذیل نام معلوم ہوسکے ہین،

عمر: چینی انکو قوماؤل کہتے ہین، وزرائے دولت مین سے تھے، پھر گیانگ ٹشو کے حاکم مقرر ہوئے،

جعفر:۔ اپنے اصلی نام سے مشہور ہین، افواج گیانگ ہو کے کمانڈر تھے،

حسین:۔ وزارت کے عہدہ پر فائز تھے،

وشادی:۔ خدا جانے اصلی نام کیا تھا چینی اسی نام سے یاد کرتے ہین، ینان کی کسی کمشنری مین کمشنر تھے

ایوب:۔ چینیون مین ایونگ کے نام سے مشہور ہین، عطایا وبخشی گری کے افسر اعلیٰ تھے،

بیانتشار:۔ اصلی واسلامی نام معلوم نہ ہوسکا، دار الانشار کے حاکم اعلیٰ اور محکمۂ خبر رسانی کے منتظم تھے، شاہ چین نے انکو (الجابی الکبیر) کا لقب عطا کیا تھا،

برہان:۔ کچھ دنون یون نان سی اور علاقہ کوئی کے حاکم رہے، پھر افواج چین کے کمانڈر انچیف مقرر ہوئے،

سید اجل مرحوم کی اولاد مین کوئی چھٹی ساتوین پشت مین ایک شخص تھا، جسکا صحیح نام تو نہین معلوم مگر چینی اسے لفظ حاجی سے یاد کرتے ہین، اور اپنی زبان مین اسکا نام (سی ہائشی) بتاتے ہین، سلطان نے عنایات خسروانہ کے طور پر حاجی کو ایک گران قدر رقم مسجد بنوانے کے لئے دی تھی، چنانچہ اس نے نانکین وسیغان فو مین دو بڑی مسجدین بنوائین جو اب تک نہایت اچھی صورت وحالت مین موجود ہین،

الن مشن، و مسٹر بروبہال نے ان مسجدون کی زیارت کی ہی اور ان کے متعلق ایک نہایت طویل بیان دیا ہی جسکی طوالت ووسعت ایک مستقل مضمون کی محتاج ہے،

اسی خاندان کے اعیان مین ایک شخص یوسف نامی تھا، اس کے اور سید اجل کے درمیان مین کوئی چودہ واسطے پڑتے ہین، یہ شخص ۱۸۰۲ء مین پیدا ہوا چینی اس کا نام (ماشی کونغ) بتاتے ہین، یہ شخص اپنے وقت کا سب سے بڑا فاضل مانا جاتا تھا، اور مختلف علوم وفنون پر وسیع مطالعہ کی وجہ سے اس دور مین مجمع علوم سمجھا جاتا تھا، ۱۸۶۵ء مین یہ شخص پایۂ تخت پکین پہنچا تو امبراطور چین نے اس سے فوجی ودیگر تعلیمات کے متعلق خاص طور پر مشورہ کیا، اور اس کو دار العلوم (کو وتش کین) مین مدرس اعلیٰ مقرر کیا، اس شخص نے ۱۸۶۵ء مین اسلامی تعلیمات ایک کتاب چینی زبان مین لکھی، اور اسی سال خود ہی اس کا عربی ترجمہ بھی بوصلۃ[1] الاسلام کے نام سے شایع کیا، یہ کتاب عربی دنیا مین آج تک بہت مشہور ہے،

جنرل آلانی جو ۱۹۰۸ء مین چینی افواج مین کمانڈر تھا، اور بعد کو ینان فو کے مسلم اوقاف کا ناظر مقرر ہوا، حاضر العالم الاسلامی کے مصنف کی تحقیق کے مطابق اسی خاندان کا ایک فرد ہی، آجکل اس خاندان کے سردار نافاشنگ ہین، یہ ماشو کیا کی جامع مسجد کے پیش امام وخطیب ہین، انکا ایک چھوٹا سا مدرسہ بھی ہے جسمین بچون کو قرآن مجید اور عربی کی ابتدائی تعلیم دیجاتی ہی،

اس خاندان کے علاوہ سادات کا ایک دوسرا خاندان بھی یہان آباد ہے، چونکہ اور ممالک اسلامیہ کی طرح چینیون مین سید بننے کا شوق نہین ہی، اس لئے صرف دو مشہور خاندانون کے علاوہ دعویداران سیادت نہین پائے جاتے، انیسوین صدی کے جانکاہ فسادات نے چینی مسلمانون کا بڑا سخت نقصان کیا ورنہ یہان مسلمانون کی تعداد کرور موجودہ تعداد سے زیادہ ہوتی، ان فسادات اور مسلمانون کے نقصانات کا قصہ کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھتا ہون کہ فسانہ کافی طویل ہوچکا ہے،

---

[1] بوصلۃ قطب نما کو کہتے ہین،

تلخیص و تبصرہ

ایرانی علوم و فنون اور تاریخ پر نئی کتابین اور رسالے

اس کا اندازہ کرنے کے لئے کہ ایرانی مصنوعات کی گذشتہ نمایش نے انگریز قوم کے دلون پر کیا اثر کیا حسب ذیل کتابون اور رسالون کی فہرست پر ایک سرسری نظر کافی ہے،

(۱) ایرانی مصوری، مصنفہ انٹر، مطبوعہ لندن، سنہ ۱۹۳۰ء، قیمت ا شلنگ،

(۲) رسالہ اپالو (جنوری سنہ ۱۹۳۱ء) ایرانی فنون پر مضامین، از سی، ٹیٹرسال (C. Tattersall) اپہم پوپ (Upham Pope) فیلس ایکرمین (Phyllis Ackerman) ولوفٹس ہیر (Lofts Hare) مع ۱۲ مرقعات و دیگر تصاویر، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء قیمت ۲ شلنگ ۶ پنس

(۳) رسالہ اپالو (فروری سنہ ۱۹۳۱ء) ایرانی صنعت پر مضامین از وی مائنر اسکائی (V. Minorsky) اپہم پوپ و سی ٹیٹرسال وغیرہ مع ۲ مرقعات و دیگر تصاویر، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ۲ شلنگ ۶ پنس،

(۴) برلنگٹن میگزین (جنوری سنہ ۱۹۳۱ء) ایرانی صنعت پر مضامین، از مارٹن برگس، لارنس بنین، اے، ایف، کنڈرک، ے انیشٹن و برزڈ گیم مع متعدد تصاویر، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ۲ شلنگ ۶ پنس،

(۵) برلنگٹن میگزین (فروری سنہ ۱۹۳۱ء) ایرانی صنعت پر مضامین از و لکنس و ویس، مصور، مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ۲ شلنگ ۶ پنس،

(۶) رائل اکاڈمی آف آرٹس، لندن سنہ ۱۹۳۱ء کی بین الاقوامی ایرانی صنعتون کی نمایش کی فہرست مع

ایک نقشہ مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ا شلنگ ۶ پنس،

(۷) ایرانی خاندانون کا تاریخی نقشہ، مولفہ اے، جی، سی، ہنٹ، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ۳ پنس،

(۸) اسلامی مصوری پر کتابون کی فہرست، مولفہ کرسول (Creswell) قیمت ۲ شلنگ ۶ پنس،

(۹) ہندوستان کے اسلامی فن تعمیر پر کتابون کی فہرست، مولفہ کرسول، مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۹۲۲ء، قیمت ۲ شلنگ ۶ پنس

(۱۰) شاہ نامۂ فردوسی، مع ۲۴ تصویرون کے جو پندرھوین صدی کے ایک ایرانی قلمی نسخہ مملوکہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے حاصل کی گئی ہین، تصویرون پر مقدمہ لارنس بنین کے قلم سے ہے، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ۲۴ شلنگ

(۱۱) ایرانی مصوری مصنفہ بی گرے مع ۱۶ رنگین مرقعات، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۰ء قیمت ۳ شلنگ ۶ پنس،

(۱۲) گوے چوگان، یا حال نامہ عارفی، فارسی متن جو چودہ قلمی نسخون کے مقابلہ کرنے کے بعد تیار کیا گیا ہے، مرتبہ گرین شیلڈس (Greenshields) مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ۳ شلنگ ۶ پنس

(۱۳) جانب مشرق سمت ایران، مولفہ سردار اقبال علی شاہ مع مقدمہ از آغا خان، مصور، مطبوعہ لندن، قیمت ۱۲ شلنگ ۶ پنس،

(۱۴) رباعیات عمر خیام، مع مقدمہ از و لکنسن (Wilkinson) ، مرقعات، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ۸ شلنگ ۶ پنس،

(۱۵) پرشین آرٹ، از ڈینیسن راس، راجر فرائی، سی، جے، گیڈ، اے، سی، کرسول، لارنس بنین، برزڈ گیم، ے انیشٹن، وٹیٹرسال مع ۲۰ مرقعات و ایک نقشہ، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۰ء، قیمت ۳ شلنگ ۶ پنس،

(۱۶) ایرانی مصنوعات کی نمایش منعقدہ برلنگٹن ہاوس لندن سنہ ۱۹۳۱ء کی باتصویر یادداشت مع ۱۰۱ تصاویر، مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۱ء، قیمت ۵ شلنگ،

(۱۷) سولھوین صدی کی ایرانی مصوری، سلاطین آل تیمور، مرتبہ لارنس بنین مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۰ء قیمت ا شلنگ،

(۱۸) ایرانی صنعت پر مقدمہ ساتوین صدی سے، مولفہ پوپ مع ۴، ۱ تصاویر و ایک نقشہ مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۳۰ء،

قیمت ۱ شلنگ ۶ پنس،

(۱۹) اہل فارس، مصنفہ سر ڈینیسن راس، مع ۱۶ مرقعات و ایک نقشہ، مطبوعہ اکسفرڈ ۱۹۳۱ء، قیمت دس شلنگ

(۲۰) رباعیات و دیگر منظومات، حافظ الدین محمد اصفہانی، مترجمہ ایم پی، ہانلے، مطبوعہ لندن ۱۹۳۱ء قیمت ۳ شلنگ ۶ پنس،

(۲۱) رسالہ اسٹوڈیو، مقالہ، روح فنون لطیفہ ایران، از اپہم پوپ، مع متعدد تصاویر، مطبوعہ لندن ۱۹۳۱ء قیمت ۳ شلنگ،

(۲۲) تاریخ شیر و آفتاب، بزبان فارسی مولفہ تبریزی، مطبوعہ طہران ۱۹۳۰ء، قیمت ۱ شلنگ ۶ پنس،

(۲۳) ایرانی قالین، مولفہ ٹیٹرسال، مع ۳۲ مرقعات، تصاویر و ایک نقشہ، مطبوعہ لندن ۱۹۳۱ء، قیمت ۳ شلنگ ۶ پنس،

"ع ز"

خروشتی حروف کے بعض تلفظ

ہندوستان کا سب سے پرانا خط جو عربی کی طرح داہنی طرف سے بائین طرف لکھا جاتا تھا، اس کو خروشتی یا کھروشتی یا گندھاری (قندھاری) کہتے ہین، انکو عموماً سامی خط کی نقل خیال کیا جاتا ہے، اس خط کے کتبات ہندوستان کے علاوہ ترکستان مین بھی ملتے ہین، اور انکی زبانون مین ایسے الفاظ آتے ہین جو سنسکرت مین بھی بولے جاتے ہین، اب چینی ترکستان مین بھی اس خط کے کتبات ملے ہین، پروفیسر ریپسن نے اس خط کے چند تلفظون پر بحث کی ہے، اور ایک دوسرے فاضل نے اس بحث پر تبصرہ کیا ہے، گو اردو دان اصحاب کو اس بحث سے دلچسپی نہ ہوگی، مگر چونکہ ہماری زبان مین یہ معلومات تمامتر نادر ہین اس لئے بحث مذکور کا مختصر خلاصہ حوالۂ قلم کرتے ہین،

پروفیسر ریپسن نے اپنے مقدمہ مین جو چینی ترکستان مین سر آرل اسٹائن کے دریافت کردہ کتبات پر لکھا ہے، خروشتی حروف تہجی کے مختلف مرکب حروف کی اس طریقہ سے تشریح کی ہے، کہ انکے نتائج عام طور پر کامل خیال کئے جانے لگے،

سطور ذیل کا مقصد صرف یہ ہے کہ کچھ مزید معلومات کو پیش کر دیا جائے جنپر مقدمۂ مذکور کے ایک خفیف سے جزو کے سلسلہ مین نظر ڈالنا ضروری ہے، یعنی اس علامت کے سلسلہ مین جسے کبھی (Tsa) اور کبھی (Tśa) نقل کیا گیا ہے،

پروفیسر ریپسن بولر کی رائے کو نقل کرنے کے بعد یون لکھتے ہین "اسے ماننا پڑیگا کہ اس حرف کی شکل کی کھلی ہوئی توضیح جیسا کہ بعض سنگی کتبون سے ظاہر ہوتا ہے، اس طریقے سے ہو جاتی ہے کہ اسمین (śa) کے اوپر (t) بھی ہے، لیکن اسمین شبہہ نہین کہ مسودات نیا (Niya) مین (TSA) کا پڑھنا صحیح ہے، کیونکہ (Tsa) نمبر ۱۱۵ کے بودھی سنسکرت اشعار کے لفظ (utsuka) مین ملتا ہے، جسکی زبان باوجود اس کے کہ اسمین چند پراکرت شکلین بھی شامل ہین آواز مین زیادہ تر سنسکرت سے ملتی ہوئی ہے، لہذا ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ ایک علامت کے معنی وہی ہونگے جو پہلے تھے، ایسی صورت مین کہ وہ علامت دوسرے مسودات کے ان الفاظ مین پائی جائے، مثلاً (samvatsare) اور (Samtsi) اور ہمین ماننا پڑیگا کہ اس کے نیچے کا حصہ (SA) کی نمایندگی کرتا ہے، جو اس طرح لکھا جاتا ہے، کہ اسکی اصلیت کی شکل بدل جاتی ہے، اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن الفاظ کا ذکر پروفیسر ریپسن نے کیا ہے، وہ سب خالص سنسکرت کے الفاظ ہین اور چونکہ ترکستان کے کاتبون کو سنسکرت سے کسی حد تک واقفیت ضرور تھی، اس لئے یہ قرین قیاس ہے کہ علامت زیر بحث کے وہی معنی ہون جو سنسکرت مین ہین، اگر ہم اکثر نامون اور بعض غیر ہندی الفاظ کا لب لباب نکالین جن سے فی الحال اصل آواز کی تحقیق نہین ہو سکتی، تو معلوم ہوگا کہ یہ لفظ اکثر استعمال مین نہین آتا، ....

چونکہ مسودہ کی زبان پراکرت ہے، اس لئے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ (Ts) تمام دوسری پراکرت زبانون مین (cch) ہو جاتا ہے، علاوہ مگدھی کے جسکو اہل صرف و نحو اسے (sc) سے بدل دیتے ہین، چنانچہ بطور نتیجہ کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسودہ کی زبان مین بھی یہی صورت حال ہوگی اور (Ts) ترقی کی ایک درمیانی شکل ہوگی، لیکن یہ زبان دوسری پراکرت زبانون سے اتنی باتون مین مختلف ہے، کہ اس قسم کا کوئی نتیجہ اخذ کرنے کے

ہم مجاز نہین ہین، دوسری طرف یہ اپنی اصل مین گویا بالکل شمالی مغربی پراکرت کی طرح ہے، جسکا علم ہمین (Du T-reuil de Rhins) کے قلمی نسخون اور ہندی خروشتی کتبون سے ہے ....

اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ علامت ان مقامات پر بھی پائی جاتی ہو جہان مقابل کے سنسکرت الفاظ مین ([illegible]) ہو اور ان الفاظ مین بھی جنکے مقابل کے سنسکرت الفاظ مین ([illegible]) بلکہ (tsy) پایا جاتا ہو، حالانکہ یہان یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ ([illegible]) کیونکر اس حد تک تبدیل ہوگیا، ایم، سنار ([illegible] hen siti) پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ ممکن ہے لوگ ([illegible]) کا تلفظ مناسب خیال کرین، لیکن خود ان کی رائے اس کے خلاف ہو، کیونکہ ان کے نزدیک ([illegible]) کا تلفظ (Sansara) مین ممکن نہین، ہندی خروسطی کتبون مین یہی علامت لفظ (Samvatsara) مین بھی پائی جاتی ہو، اور شاید (Samtsare) مین بھی ایک ماخذ اور رہجاتا ہو جس سے ممکن ہو ([illegible]) کی ماہیت پر کچھ روشنی پڑے یعنی ختنی ساکا زبان. یہ دکھایا جاسکتا ہے کہ ترکستانی مسودات کی شمالی مغربی پراکرت نے اس زبان پر کافی اثر ڈالا ہے، ساکا براہمی مین لکھی جاتی ہے، اور اسمین وہ علامت (ts) ہے نہ کہ (ts) نتیجہ یہ نکلا کہ براہمی (ts) سے بظاہر یہ مسئلہ حل ہوجاتا ہو، ہمین دراصل (ts) سے بحث ہو نہ (ts) سے ....

ساکا ایرین مین (C) ہمیشہ (TC) ہوجاتا ہو، جس طرح (J) تبدیل ہوکر (JS) ہوجاتا ہو، سوال محض یہ ہے کہ انکا تلفظ کیا ہونا چاہئے، پروفیسر مارگینس ٹیرنے یہ بتایا ہے، کہ جدید ایرانی زبانون کے موازنہ سے جنکا تعلق ساکا سے ہے، مثلاً پشتو اور پامیر زبانین، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (TC) قائم مقام ہے (TS) کا اور (JS) بجائے (DZ) کے ہے، اگر ایرین (C) ساکا (TS) ہوجاتا ہو، تو یہ توقع ضرور کی جاسکتی ہے کہ (CY) تبدیل ہوکر (TS) ہوگیا ہو،

(بلیٹن، سکول آف اورینٹل اسٹڈیز لندن)

ہندوستانی اکاڈمی

ہمارے صوبہ کی ہندوستانی اکاڈمی کا جو گذشتہ اجلاس ہوا، اس کے متعلق ہمارے ملکی اخبارات نے بہت کم دلچسپی لی، اس سے ہماری علمی مردہ دلی کا حال معلوم ہوتا ہو، انگلستان کے مشہور اخبار ٹائمس نے اپنے تعلیمی ضمیمہ (مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۳۱ء) مین اس کے متعلق ایک تنقیدی مضمون شائع کیا ہو، جس سے انگریزون کے نقطۂ نظر کی تشریح ہوتی ہو، وہ لکھتا ہو:-

سر ولیم میرس نے جو اب انگلستان مین آرمسٹرانگ کالج کے پرنسپل ہین، صوبجات متحدہ کی گورنری کے زمانہ مین ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد کی بنا و قیام مین بہت کچھ مدد کی، اکاڈمی کا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسی مشترک زبان کی ترویج کیجائے جسمین عام فہم الفاظ استعمال ہون، اور متروک اور مشکل الفاظ مسترد کردیئے جائین، خواہ وہ اپنی اصل مین سنسکرت کے ہون خواہ عربی و فارسی کے، گذشتہ اپریل مین اکاڈمی کی دوسری سالانہ ادبی کانفرنس کے اجلاس مین اس امر کا اعلان کیا گیا کہ ۱۹۳۰ء مین پہلی سہ سالہ میعاد کے ختم ہونے کے بعد اکاڈمی کو دوسری سہ سالہ میعاد کیلئے بھی حکومت کی طرف سے امداد مل رہی ہو، مسٹر میکنزی نے جو عرصہ دراز تک صوبہ جات متحدہ مین ناظم تعلیمات رہ چکے ہین، یہ رائے ظاہر کی کہ اکاڈمی اسوقت تک اردو ہندی کی تعلیم اور ان کے لٹریچر کی توسیع مین کافی کامیابی حاصل کرچکی ہو، سر تیج بہادر سپرو، صدر کانفرنس، نے اس توقع کا اظہار کیا[1] کہ اکاڈمی لوگون کی متاع روحانی مین اضافہ کریگی، سر شاہ محمد سلیمان، قائم مقام چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ کا خطبۂ افتتاحیہ مناسب اور حوصلہ افزا تھا، ان کا خیال ہے کہ ہندوستان مین زبانون کے اختلاف پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جاتا ہو، انکے نزدیک ملک کے مختلف حصون مین مختلف زبانون کے بولے جانے کے اسباب بالکل فطری ہین، اور یہ وہ اسباب ہین جو دوسرے

[1] معارف:- سر سپرو خود جلسہ مین موجود نہ تھے، تحریر بھیجی تھی،

ممالک میں بھی اسی طرح کارفرما ہے، ہندوستان مثل ایک براعظم کے ہے، جسکی وسعت علاوہ روس کے تمام یورپ کے برابر ہے، سر سلیمان نے یہانتک خیال ظاہر کیا کہ ہندوستان مین زبانون کا اختلاف اتنا زیادہ نہین ہو جتنا یورپ مین ہے، انھون نے فرمایا کہ اہل برطانیہ کی آمد کے بعد سے ہندوستان مین ایک سیاسی وحدت قایم ہے اور اس سے اتحادِ السنہ کا عمل شروع ہوگیا ہے اس اتحاد کا رجحان کم سے کم تعلیم یافتہ طبقون مین انگریزی کو ایک قومی زبان بنانے کی طرف ہے، لیکن سر سلیمان کا دعویٰ یہ ہو کہ اصل ہندوستان کی وہ عام فہم زبان جسے ہندوستانی کہتے ہین، ہندوستان کی لنگوا فرینکا ہو، اس براعظم کا جنوبی حصہ اصل ہندوستان مین شامل نہین ہے، اور وہان کے لوگون کی روزمرہ زبان ہندوستانی سے بہت خفیف سی مناسبت رکھتی ہے، لیکن فاضل جج کا یہ بیان صحیح ہے کہ ہندوستانی اور تمام زبانون سے زیادہ بولی جاتی ہے، اور ہندوستان کے زیادہ تر حصون مین سمجھ لیجاتی ہو، انکا خیال ہے کہ یہ روز بروز زیادہ مقبول ہوتی جاتی ہے، انھون نے اعتراف کیا کہ رسم خط کے جھگڑون سے معاملہ کے اس پہلو پر کسی قدر پردہ پڑگیا ہے، جیسا کہ انھون نے فرمایا رسم خط کی نزاع کہ یہ اردو ہو یا ناگری بہ نسبت لسانی کے زیادہ تر سیاسی نزاع ہے، مسٹر ایم ڈی ٹھاکر سنڈ ٹسمارِ انڈین فیبرس کے ایک مقالہ مین اس بات پر زور دیا ہو کہ ہندی کو ہندوستان کی لنگوا فرینکا ہو جانا چاہئے کیونکہ یہ (۱۰۰۰۰۰۰) کی مادری زبان ہو اور اس کے سمجھنے والے (۲۰۰۰۰۰۰) سے زیادہ ہین، یہ سنسکرت خط مین بھی لکھی جاسکتی ہو، اور فارسی خط مین بھی، لیکن جب بجائے "ہندوستانی" کے "ہندی" کہا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سنسکرت خط مستعمل ہے، مسلمان فارسی رسم خط کو نہایت شد و مد کے ساتھ ترجیح دیتے ہین،

لیجسلیٹو اسمبلی کی نیشنلسٹ پارٹی کے ایک ممتاز ممبر نے انگریزی کو ہندوستان کی لنگوا فرینکا بنانے کی تائید مین ایک مضمون لکھا تھا مسٹر ٹھاکر نے ایک جوابی مقالہ مین اسکی تردید کی ہو،

سر شاہ محمد سلیمان نے اس عظیم الشان اثر کی تعریف و توصیف کی جو انگریزی زبان نے ہندوستان کی زبانون پر ڈالا ہے، انھون نے فرمایا کہ ہندوستانی زبانون مین انگریزی سے براہ راست تعلق کی وجہ سے بڑے بڑے تغیرات ہوگئے ہین، انگریزی محاورے اور بندشین اور مختلف قسم کے انگریزی فقرے ان زبانون مین

اختیار کر لئے گئے ہین اور عام طور پر استعمال کئے جاتے ہین تعلیم یافتہ طبقون مین دوسرے ملکون کی سیاسی ترقی کی تاریخ اور موجودہ زمانہ کے اجتماعی اور صنعتی انقلابات سے واقفیت حاصل کرنے کا آسان ذریعہ انگریزی ہی ہو، فاضل جج نے بیان کیا کہ اگر انگریزی تعلیم نہ ہوتی تو ہندوستانی بہ استثنائے چند مغربی خیالات اور مغربی تہذیب سے واقف نہ ہوتے، لیکن دوسری طرف انکی یہ رائے بھی ہے کہ ایک غیر زبان کو ذریعۂ تعلیم بنالینا ہندوستان کی ترقی کی راہ مین ایک روک ہے، وہ اس بات کو سمجھتے ہین کہ اس پالیسی کو ترک کردینے مین سب سے بڑی دقت یہ ہو کہ ہندوستان کی زبانون مین مناسب درسی کتابین نہین ہین، انھون نے فرمایا کہ قومی تعلیم اس وقت تک ترقی نہین کرسکتی جب تک یورپ کی کتابون کے ترجمے کثرت سے نہ کئے جائین نیز اوریجنل کتابین نہ لکھی جائین، انھون نے یہ تجویز پیش کی، کہ ہندوستان کے تمام صوبون مین غیر سرکاری طور پر دار الترجمے قائم کئے جائین اور لوکل گورنمنٹ کیطرف سے ان ادارون کی امداد کیجائے، اس سلسلہ مین عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے دار الترجمہ نے بہت کچھ کیا ہے، سر سلیمان نے فرمایا کہ اگر یورپین زبانون کے مواد سے ہندوستانی مین اضافہ کیا جائے تو اس سے ہندوستان کی تمام زبانون کو فائدہ پہونچے گا، کوشش دراصل ہندوستان کے لٹریچر کی توسیع کے لئے کرنی چاہئے، ہندوستان کی ایک زبان سے دوسری زبان مین کتابون کا منتقل کرنا تو نسبۃً آسان ہو،

"ع ز"

آثارِ علمیہ، ادبیہ

مکتوباتِ محمد علی،

مکتوب دویم

بنام سید سلیمان ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھندواڑہ (ممالک متوسط) ۱۰ اگست ۱۹۱۵ء

برادرم سید سلیمان صاحب، السلام علیکم

اگر آپ کو پہلے سے بھی اس کا کافی احساس نہ تھا کہ مین سیرۃ نبوی ؐ کے لئے عرصہ سے بے قرار ہون، تو کم سے کم یہان تشریف لانے کے بعد تو قطعی طور پر اس کا احساس ہو گیا ہوگا، بلکہ مین نے آپ سے وعدہ لے لیا تھا کہ اگر مکمل نہین تو اجزا ہی ارسال کر دیئے جائینگے، اگر اس پر بھی آپ کو میری بیقراری مین شک ہو تو مین دربار نبوی مین ازالہ حیثیت عرفی کی نالش دائر کرونگا، آپ کے جانے کے بعد سے کل تک برابر انتظار تھا، اور مجھ جیسے کاہل اور خط لکھنے مین چور نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک عریضہ ارسالِ خدمت کرون، آج صبح کے لئے ارادہ مصمم تھا کہ کل شام ہی کو معارف دیکھنے مین آیا، اور سیرۃ کی پہلی جلد تیار ہو جانے کا مژدہ سنا، اب بھی اگر آپ ایک جلد ارسال نہ فرمائینگے، تو یقین کیجئے کہ مین سیاٹرا کر خود اعظم گڈھ آ کودونگا اور دار المصنفین مین وہ ٹر بونگ مچاؤنگا کہ آپ حضرات اہل قلم کی محبوب یکسوئی کا خاتمہ ہو جائیگا، اور اعظم گڈھ کی آنکھین محاذ مغربی سے زیادہ آتشبازی سے خیرہ اور اعظم گڈھ کے کان اس سے کہین زیادہ گولون کے پھٹنے کی آوازون سے بہرے ہو جائینگے، خیر یہ لاف وگزاف تو ہوتا ہی رہیگا، اب عرض یہ ہے کہ براہ کرم ایک جلد قسم سوم بذریعہ وی پی پارسل ارسال فرما دیجئے، قسم اول رکھنے کو جی چاہتا ہو، مگر گلیز ڈ پیپر سے گھبراتا ہون، یہان صرف آرائشِ الماری مقصود نہین ہے، بلکہ روز کا مطالعہ غرض ہے، اور وہ بھی سارے کنبہ کا جسمین علاوہ بھائی کے دو لڑکون اور دو لڑکیون کے جو اب یہان ہین خود میری تین لڑکیان جو

پڑھ لکھ سکتی ہین اور بیوی ہین اور والدہ صاحبہ اور ہم دونون مستزاد، اس لئے مناسب خیال کیا کہ پہلے مطالعہ کیلئے قسم سوم کی ایک جلد منگا لون، اگر بچون کے شوق مگر اسکے ساتھ ہی بے احتیاطی نے تین چار ماہ بعد کتاب کو بیکار کر دیا تو پھر اپنے لئے خاص ایک جلد قسم اول کی علٰحدہ منگا لونگا، مگر سوال یہ ہے کہ مجلد ہو یا نہ ہو، اس کو آپ پر چھوڑتا ہون،

یہان جلد سازی نہایت ادنیٰ درجہ کی ہی، اگر ممکن ہو کہ قسم سوم کی جلد وہان سے بنی ہوئی بھی مضبوط اور پائدار نہ ہو، اس لئے گذارش ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہان سے مضبوط جلد نصف چمڑے اور نصف کپڑے کی بندھوا کر ارسال فرمائیے، جو خرچ ہو وہ قیمت کتاب مین (بلکہ ہدیہ کہئے) شامل فرما کر جلد سے جلد وی پی ارسال فرما دیجئے، انشاء اللہ اگر جیتا رہا تو امسال میری مولود خوانیان بڑے زور شور سے ہونگی، نہ معلوم مین نے آپ سے اسکا ذکر بھی کبھی کیا تھا کہ ۱۹۰۶ء مین مولانا و استاذنا شبلی مرحوم بڑودہ میری دعوت پر تشریف لائے، اور میرے ہی پاس مقیم تھے تو مین نے اورنگزیب کے متعلق کچھ لکھنے کی تحریک کی تھی، بلکہ خود مولانا کی رائے سے جو کسی قدر اورنگزیب کے خلاف تھے اختلاف کی جراءت بھی کی تھی، اور اپنے خیالات کا کسی قدر وضاحت و تشریح کے ساتھ اظہار بھی کیا تھا، اور مولانا کو بالآخر اورنگزیب کے متعلق مزید تحقیق اور تحریر پر راضی کر لیا تھا، اسی زمانہ مین مین نے عرض کیا تھا کہ یہ تو فرمائیے کہ سیرۃ نبوی ؐ کا کیون انتظام نہین فرماتے، ہندوستان مین کون ہی جو کفار کے پے در پے مگر بیجا سے بیجا تر حملون کا جواب دیگا، خصوصاً اپنے اکسفورڈ کا ...... استاد مارگولیتھ کی طرف اشارہ تھا جس نے ابھی ...... مین ذرا شبہہ نہین رکھتا تھا نہ معلوم اس سے قبل مولانا مرحوم کو کتنے بار اس عظیم کام کا خیال آیا ہو، مگر طرز گفتگو سے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ میری تقریر نے اثر کیا اور آخری فیصلہ کم سے کم بڑودہ ہی مین رہکر کیا گیا، اس ملاقات و صحبت کا ثمر اولین اورنگزیب کے متعلق، الندوہ کے مضامین کا سلسلہ تھا جو مولانا نے مجھی کو انگریزی جامہ پہنانے کے لئے خود اپنے قلم سے درست کرکے ارسال فرمائے تھے، اور میری ضد کے باعث کہ انگریزی مین ترجمہ (یا تالیف) کرونگا تو مین ہی کرونگا، مگر نہین کہہ سکتا کہ کامریڈ کب فرصت دے، مولانا نے باوجود شکایات پیہم کے کسی دوسرے سے یہ کام نہین لیا، تین سال سے زائد ہو گئے کہ فرصت کا ڈھیر ہے، مگر جسطرح نصیب ہوئی ہی وہ معلوم ہے، لیکن اس زمانہ مین پہلے سے بھی زیادہ عدیم الفرصت ہون، طبیعت کو انتشار نہین ہی، بلکہ یکسوئی ہے، اور بقول غالب ؎

دل ڈھونڈھتا ہو پھر وہی فرصت کے رات دن   بیٹھے رہین تصورِ جانان کئے ہوئے،

اور ع   نظارہ زجنبیدنِ مژگان گلہ دارد

سرکارِ عالیہ بیگم صاحبہ نے میری استدعا کو قبول فرمایا تھا، کہ سیرۃ کا ترجمہ مین ہی کرونگا، مگر انکی دو کتابون کے ترجمے اب تک باین ہمہ فرصت نہو سکے اور وہ سخت ناراض ہین، (اور مین ان سے سخت تر ناراض) اس سلئے نہ معلوم کون اس مقدس کام کو انجام دینے کے لئے آمادہ ہو، مگر ابھی انگریزی ترجمہ کا زمانہ نہین ہو، ابھی تو اردو دانون کو اس سیرت کو پڑھنا ہی اور اس سے سبق حاصل کرنا ہی جب ہم خود مسلمان ہو سکین گے تو دوسرون مین تبلیغ بھی کر سکین گے، مگر اس زمانہ مین اگر مردم شماری ہو تو شاید دس مسلمان ہندوستان مین نکلین اور خوف ہے کہ اگر کفار نہین تو فجار مین سرِ فہرست میرا نام ہوگا، بقول اقبال ؎

یہ شہادت گہِ الفت مین قدم رکھنا ہے   لوگ آسان سمجھتے ہین مسلمان ہونا،

خیر اب آپ سیر قارسال فرمائیے، بیحد اشتیاق ہے، پڑھ لون تو دعا کرون، کہ خداوند کریم اس اسوۂ حسنہ کی تقلید کی توفیق بھی عطا فرمائے، اگر ایمان اور عمل صالح دونون جدا کئے جا سکتے ہین، تو شاید ایمان والون مین اب بھی میرا شمار ہو سکے، اور اگر دونون ایک ہی شے یعنی اسلام کے دو ایسے اجزا ہین جو ایک دوسرے سے علحدہ بھی نہین تصور کئے جا سکتے، اور در اصل اجزا نہین ہین، بلکہ ایک ہی شے کی دو حیثیتین ہین تو پھر افسوس کے ساتھ اقبال کرنا پڑیگا کہ مین ابھی اسلام سے بہت دور ہون، خدا مسلمان کرے، آپ بھی دعا فرمائیے، اور ندوہ کو شش فرماتے رہئے کہ مسلمانون کو مردم شماری کے اعداد سات کرور تو کہان سات سے بڑھین اور سو ڈیڑھ سو ہی ہو جائین،

اب رخصت ہوتا ہون، عزیزم مسعود کو سلام شوق، خود بھی قبول فرمائیے اور تمام دار المصنفین کو اسمین شامل کیجئے،

بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس است

آپکا نیاز مند

محمد علی

اخبارِ علمیہ

کرویتِ زمین

جنوبی امریکہ کے ایک ہوا باز نے ایک معین بلندی سے زمین کی ایک عکسی تصویر لی ہو، جو کئی سو میلون تک پھیلی ہوئی ہو، اور اس قدر گول ہے کہ چاند کی تصویر معلوم ہوتی ہو، اس سے زمین کی کرویت پر ایک نئی دلیل قایم ہوگئی ہے،

زنولیت

یہ ایک معدنی چیز ہے جسکو ایک امریکن انجینیر نے بالکل اتفاقی طور پر دریافت کیا ہو، اور کیمیاوی تحقیقات سے اس کے بہت سے خواص معلوم ہوئے ہین، اس کا ایک خاصہ تو یہ ہے کہ وہ مشتعل نہین ہوتا، لیکن حرارت پہونچنے سے اس قدر پھیل سکتا ہے کہ اُس کا حجم دونا ہو جاتا ہی، اس کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ پریشان کن تیز آوازون کو جذب کر لیتا ہے، اور اس لحاظ سے اگر اس کو موٹر وغیرہ مین استعمال کیا جائے، تو موٹر مین بیٹھنے والون کو راستے مین کھڑکھڑاہٹ کی آواز سے نجات مل سکتی ہو، اور بھڑکنے والے مواد کے رکھنے کیلئے اس کے برتن اور صندوق بنائے جا سکتے ہین،

تشخیصِ امراض کا ایک نیا آلہ،

تشخیصِ مرض مین اطبا کو ہمیشہ دقتین لاحق ہوتی ہین، اور ان مین باہم اختلاف پیدا ہو جاتا ہی، لیکن اب معلوم ہوتا ہو کہ آیندہ زمانہ مین اکسریز سے اس قسم کی دشواریان بہت کچھ دور ہو جائین گی، چنانچہ اس غرض سے ایک امریکن ڈاکٹر نے اکسریز کی ایک نئی نالی بنائی ہو، اور جن ڈاکٹرون نے تشخیصِ امراض مین اس سے کام لیا ہے، اُن کا بیان ہو کہ موجودہ دور کی اختراعات مین یہ ایک نہایت حیرت انگیز اضافہ ہے، اور آیندہ زمانے

مین عام طور پر اس کا استعمال کیا جائے گا، اور ڈاکٹرون کو تشخیص مرض مین ظن و تخمین سے کام لینا نہ پڑیگا،

گھڑیون پر چاند کا اثر،

تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ گھڑیان بعض دنون مین تیز اور بعض مین سست ہو جایا کرتی ہین اور اس کا کوئی خاص سبب نہین معلوم ہوتا، لیکن سوئٹزرلینڈ کے بعض علماء کا خیال ہو کہ جس طرح مد و جزر چاند کے اثر سے پیدا ہوتا ہی، اسی طرح گھڑیون پر بھی چاند کا یہ اثر پڑتا ہی، اور یہ تیزی و سستی اسی اثر کا نتیجہ ہے، انھون نے اس دعوی کو متعدد تجربات سے ثابت کیا ہی اور تمام قرائن سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہی،

گرمی اور سردی پیدا کرنے کا آلہ

ایک امریکن انجنیر نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہی جس سے حسب ضرورت گرمی اور سردی پیدا کیجا سکتی ہی اور پانی اور گیس کی طرح نالیون کے ذریعہ سے انکو گھرون مین پہونچایا جاسکتا ہی، اور اس طریقہ سے جاڑون مین گرمی اور گرمیون مین سردی پہونچانے کا صرف بھی اس قدر کم ہے کہ ہر شخص اسکو آسانی کے ساتھ برداشت کر سکتا ہے، ایک امریکن انجنیرنگ کمپنی نے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک خاص کمپنی بھی قائم کردی ہی،

پیشہ ورون کی صحت

امریکہ کے ایک طبی انسٹیٹیوشن نے بہت سے تجربات اور مختلف پیشہ ورون کے اعداد و شمار کے مقابلہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو لوگ کاشتکاری کا پیشہ کرتے ہین، انکی صحت سب سے اچھی ہوتی ہی، اس کے بعد ان لوگون کا درجہ ہے جو ورزشی کھیلون مین مصروف رہتے ہین اس بنا پر انھون نے بچون کو فضا اور کھلی ہوئی ہوا مین رکھنے کی ہدایت کی ہی،

کھانا چکھنے کا آلہ،

نمک یا اور بعض مسالون کی کمی بیشی سے کھانے کا مزا خراب ہو جاتا ہی اس لئے باورچیون کو کھانا چکھنے کی ضرورت ہوتی ہی لیکن اس کا دار و مدار تمام تر کام و دہن پر ہوتا ہی جو بہت زیادہ مفید نہین ہوتا، اس غرض

سے ایک امریکن نے ایک آلہ ایجاد کیا ہی جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہی کہ کھانے مین کس قدر نمک، کس قدر مٹھاس اور کس قدر ترشی ہی،

آگ بجھانے کا ایک جدید طریقہ

ایک انگریز انجنیر نے آگ بجھانے کا ایک جدید طریقہ ایجاد کیا ہی، اور اس کو انگلستان کی بیمہ کمپنیون کے سامنے پیش کیا ہی، کہ وہ غور و فکر کے بعد اس کے عام کرنے کے متعلق اپنی رائے قایم کر سکین،

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گیس، اور پانی کی نالیون کی طرح چند نالیان گھرون مین لگادی جاتی ہین، اور جب آگ لگتی ہے، تو انھین نالیون کے ذریعہ سے ایک قسم کی گیس ان گھرون مین پہونچائی جاتی ہے، اور آگ کتنی ہی تیز ہو فوراً بجھ جاتی ہے،

اندھون کے رہنما کتّے،

ایک جرمن دولت مند سن کہولت مین اندھا ہو گیا، اور اس حالت مین اس کا سب سے بڑا مونس و غمخوار اس کا کتا تھا، اس لئے اس نے خاص اپنے صرف سے ایک مدرسہ قائم کیا جسمین کتون اور اندھون کے درمیان تعاون قایم کرنے کی تعلیم دیجاتی ہی جس کی مدت چند ہفتون سے زیادہ نہین ہوتی، اسمین کتون کو یہ سکھایا جاتا ہی، کہ وہ اپنے اندھے رفیق کو اس کے گھر سے کیونکر اس جگہ لے جاسکتا ہی، جہان وہ جانا چاہتا ہے، پھر اس کو کیونکر وہان سے اس کے گھر تک واپس لا سکتا ہی، نیز یہ کہ جب موٹرون اور گذرنے والون کی بھیڑ بھاڑ ہو تو وہ کیونکر ان کی کشمکش سے محفوظ رکھکر اپنے رفیق کی رہنمائی کر سکتا ہے، اور اگر کوئی شخص اس پر حملہ کرنا یا اس کا سامان چرانا چاہے تو وہ کیونکر اسکی مدافعت کر سکتا ہی،

فن تیراندازی کی تعلیم

قدیم زمانے مین امراء و سلاطین کو فن تیراندازی کی تعلیم خاص طور پر دیجاتی تھی لیکن بندوقون کی ایجاد نے اس فن کا خاتمہ کردیا، لیکن اب ولایت متحدہ مین از سر نو اس فن کی تجدید ہوئی ہی، اور لڑکیون کو ورزش

اور ملکۂ دقتِ نظر کی تقویت کے لئے لازمی طور پر اس فن کی تعلیم دیجاتی ہی،

زلزلون سے بچنے کا ذریعہ

ڈاکٹر جیگار علم زلزلہ کے سب سے بڑے ماہر ہین، وہ ایک بار اپنی موٹر مین سوار تھے کہ زلزلہ آیا اور انکو اس کے دھکون کا کوئی اثر محسوس نہ ہوا، اس سے انھون نے یہ نتیجہ نکالا کہ زلزلون مین انسان کی بہترین پناہ گاہ موٹر ہین، کیونکہ موٹر کے پہئے اس قدر لچکدار ہوتے ہین کہ وہ خود زلزلہ کا دھکا سہ لیتے ہین اور اس کا اثر سوار تک پہونچنے نہین دیتے،

ایک جدید سیّال مادّہ

بہت سی سیال چیزین پانی سے زیادہ وزنی ہوتی ہین، مثلاً پارہ معمولی حرارت کے درجہ مین ایک سیال چیز ہے، اور وہ پانی سے تیرہ گنا وزنی ہے، لیکن حال مین ایک عالمِ کیمیا نے ایک کمیاب معدنی مادہ سے ایک سیال چیز تیار کی ہی، جو پانی سے چار گنا وزنی ہے، اور اگر اسمین ہیرے یا اور جواہرات ڈال دیئے جائین، تو وہ اس پر تیرتے رہتے ہین، اور اس لحاظ سے بعض لوگون کا خیال ہے کہ اس کے ذریعہ سے جھوٹے اور سچے جواہرات کی شناخت بہت اچھی طور پر ہو سکتی ہی، جواہرات کی شناخت کا یہ طریقہ دوسری سیال چیزون کے ذریعہ سے مدتون سے جاری تھا، لیکن اب اس مادہ کی دریافت سے یہ طریقہ اور بھی زیادہ قابلِ اطمینان ہو گیا ہی،

گرگٹ نما مچھلی

بحرِ اٹلانٹک کے بعض حصون مین ایک عجیب و غریب مچھلی پائی جاتی ہی جسکو ہنسنے والی مچھلی کہتے ہین، اس مچھلی کے سینگین ہوتی ہین جنکے ذریعہ سے وہ اپنے دشمنون سے لڑتی ہی، اور ان سے بچنے کیلئے جس مقام پر ہوتی ہی اسیکا رنگ بدل لیتی ہی، اور جب کبھی خطرے کا وقت آتا ہی تو بلی کیطرح پھول جاتی ہی، اور تقریباً چار گھنٹے تک اسی حالت مین رہتی ہی، یہان تک کہ اسکا بدن چور چور ہو جاتا ہی، اسکو ہنسنے والی مچھلی اسلئے کہتے ہین کہ وہ دشمنون سے مقابلہ کے وقت اپنے دانت نکال لیتی ہی جس سے دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ ہنس رہی ہے، حالانکہ وہ اس وقت غصہ مین ہوتی ہے،

"ع"

بابُ التقریظ والانتقاد

اردو زبان کے جدید رسالے

اس ششماہی مین اردو کے متعدد نئے رسالے نکلے ہین، ان مین کچھ ایسے بھی ہین جنکی اشاعت سے اردو کی ترقی کی بہت کچھ امیدین باندھی جا سکتی ہین،

ہندوستانی، اڈیٹر جناب اصغر ضخامت ، ، صفحات قیمت سالانہ شہ ر پتہ ہندوستانی اکاڈیمی الہ آباد،

"یہ تماہی" رسالہ صوبہ متحدہ کی ہندوستانی اکاڈیمی کی طرف سے ایک بورڈ کے ماتحت جس کے ممبر ڈاکٹر عبد الستار صدیقی، پروفیسر نعیم الرحمن، پروفیسر مسعود حسن رضوی، منشی دیا نراین نگم، ڈاکٹر تاراچند ہین جنوری سے نکلنا شروع ہوا ہی، اور ابتک اس کے دو نمبر نکل چکے ہین، ہر نمبر بجائے خود بلند پایہ اور محققانہ مضامین پر مشتمل ہی، مگر سب سے پہلے ضرورت ہی کہ اس رسالہ کی غرض و غایت کو متعین کیا جائے، آیا یہ ہے کہ اردو مین ہر قسم کے علوم و فنون کے مسائل کو منتقل کرے یا یہ ہے کہ وہ اردو زبان کو ایک زبان اور ادب کی حیثیت سے مکمل کرے، اور اس کی کمیون کو پوری اور اس کے عیوب کی اصلاح اور اسکی ترقیون کے نئے راستے تلاش اور زبان کی حیثیت سے اس کی خدمت کی مختلف تجویزون کو پیش کرے، اور ان پر بحث کرے، جہان تک ہمارا اندازہ ہے، اکاڈمی کے رسالہ کا مقصد یہی دوسری چیز ہے، اور اس لئے "قرون وسطیٰ مین ہندو مسلم تعلقات" "قومی سیرت کی تشکیل" جیسے مضامین اس کے دائرہ سے خارج ہین،

رسالہ کے ٹائٹل پر "سہ ماہی" کے بجائے "تماہی" کا لفظ لکھا گیا ہی، لفظ کے بعض قدامت پسند صاحبون نے اس جدت پر اکاڈمی کو ملامت کی ہی، ایسے ہی اکاڈمی کے ہندی رسالہ کے ٹائٹل پر "تماہی" کے لفظ نے ہندی کے قدامت پسندون کو

اعتراض کیا ہے کہ فارسی ماہی کے بجائے ہندی ماسی چاہئے، ہمارے نزدیک تو اگر ہندی اردو کی لڑائیوں کا خاتمہ اس قسم کی مصالحت سے ہو سکتا ہو تو ہم کو اس کے قبول کرنے میں پس و پیش نہ کرنا چاہئے "جو سمجھدار آدمی پھاہی" کو بولنا جائز سمجھتے ہیں وہ "ماہی" کو ناجائز کیوں قرار دیں، اردو میں ہندی فارسی ترکیب کے کتنے لفظ ہیں جو عام طور سے بولے جاتے ہیں، اور ہم کسی ناگواری کے بغیر انکا بولنا جائز سمجھتے ہیں، تناسخ کی شریعت اتنے دنون بہت جاری رہی، اب آیندہ اسکو منسوخ ہی سمجھنا چاہیے،

رسالہ خوبصورت ٹائپ میں چھپتا ہے، کاغذ ہلکا، اور مضبوط استعمال ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ اردو کے ہمدرد اس کی خریداری کی طرف توجہ کرین،

حیوانیات، اڈیٹر محمد افضال قادری، ضخامت ۱۸ صفحات، پتہ انجمن حیوانیات، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ،

یورپ میں بہت سے ایسے پرچے نکلتے ہین جو صرف خاص خاص علوم سے تعلق رکھتے ہین، لیکن ہندوستان مین جہان نفس کسی علمی رسالہ ہی کا وجود نہین، علم و فن کی کسی خاص شاخ مین رسالہ نکلنے کی کیا امید ہو سکتی ہے، انجمن ترقی اردو نے سائنس کے نام سے سائنٹفک مضامین کا رسالہ نکالا ہے، اس کے بعد ایک خاص فن یعنی صرف علم الحیوانات سے متعلق یہ نیا رسالہ شایع ہوا ہے، اسمین صرف حیوانات کے متعلق مضامین شایع ہوتے ہین، چنانچہ اس رسالے کے پہلے نمبر مین مچھر، دودھ دینے والے یا دودھ پلانے جانور، سانپ، چمگادڑ، الو، اور مسئلہ ارتقاء وغیرہ کے متعلق عمدہ مضامین شایع ہوئے ہین، گو ہمین اس کے بانیون کی اس بلند ہمتی کا اعتراف ہے، تاہم ہمکو کافی شک ہے کہ اردو کے خریدار اس بار گران کو اٹھا سکین گے، اس سے بہتر ہوتا اگر مسلم یونیورسٹی کی طرف سے کوئی سائنٹفک رسالہ نکلتا، جس کے متعدد شعبے ہوتے، انجمن سے ایک شعبہ علم الحیوانات کا بھی ہوتا، تو یہ اردو کے لئے بڑی خدمت ہوتی، اور مسلم یونیورسٹی کا اردو دانون پر احسان بھی ہوتا، ہمکو امید ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ سائنس کے تمام اساتذہ اس تجویز پر غور فرمائین گے،

نقاش، اڈیٹر سالک ڈبائیوی، و ضیاء الحسینی، مقام اشاعت کرم علی اسٹریٹ میرٹھ، قیمت عہ سالانہ علاوہ محصول ڈاک، ضخامت ۵۰ صفحات،

اس رسالے کا کوئی خاص موضوع نہین ہے، بلکہ ہر قسم کے علمی، ادبی، تاریخی اور اصلاحی مضامین کا مجموعہ ہے، نثر کے علاوہ نظم کا حصہ بھی شامل ہے، تصاویر کی اگرچہ کوئی خاص پابندی نہین تاہم اس رسالہ مین شہزادگان حیدر آباد کی دو تصویرین بھی شامل ہین، مضامین معمولی ہوتے ہین،

مسلم ہوسٹل میگزین، الہ آباد، ضخامت حصہ اردو ۳۴ صفحات و حصہ انگریزی ۲۷ صفحات،

مسلم ہوسٹل الہ آباد کے طلبہ نے یہ رسالہ نکالا ہے، رسالہ کی تقسیم دو حصون مین ہے، پہلا حصہ اردو مین ہے، اور اس کے اڈیٹر سید حامد حسن بلگرامی ہین، دوسرا حصہ انگریزی مین ہے، اور اس کے اڈیٹر ظفر الحسن صاحب ہین، اردو حصے مین بعض تنقیدی اور ادبی مضامین اچھے ہین امید ہے کہ اہل علم کی ایک کافی جماعت کی سرپرستی مین یہ رسالہ حسن صوری کے ساتھ حسن معنوی مین بھی بہت زیادہ ترقی کریگا،

ایوان، اڈیٹر مجنون گورکھپوری، ضخامت ۴۰ صفحات، قیمت سالانہ للعہ، پتہ ایوان اشاعت گورکھپور،

یہ رسالہ ایوان اشاعت کا ارگن ہے، اگرچہ خود اس ایوان کا مقصد فلسفہ اور سائنس کے تمام شعبون پر عمدہ تصنیفات کی اشاعت ہے، لیکن خود اس کے رسالہ مین زیادہ تر ادبی اور تنقیدی مضامین ہوتے ہین، امید ہے کہ آیندہ پرچون مین ہر قسم کے علمی مضامین بھی اسمین شایع ہونگے، تاکہ یہ رسالہ ایوان اشاعت کا صحیح معنون مین ترجمان ہو، اس وقت مشرقی اضلاع مین یہ تنہا ادبی رسالہ ہے، اس لئے یہ توقع بیجا نہ ہوگی کہ ان اضلاع کے شایقین اس کی خریداری کو آمادہ ہونگے،

جوہر، اڈیٹر سید احمد رشید زیبا فیض آبادی، ضخامت ۴۰ صفحات، قیمت سالانہ صہ، پتہ دار الاشاعت ادبی، نخاس لکھنؤ،

یہ ایک پندرہ روزہ رسالہ ہے، جو مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی یادگار مین جاری کیا گیا ہے، اور اس لئے اس کا مقصد استقلال اسلام و وطن قرار دیا گیا ہے، جو مولانا محمد علی کی زندگی کا مقصد تھا، اور زیر ریویو رسالے مین زیادہ تر انھین کے حالات اور مسلک پر مضامین شایع کئے گئے ہین، معلوم نہین یہ رسالہ اب بھی جاری ہے یا نہین، کیونکہ ہمارے

رسالون کی موت وحیات مین کچھ زیادہ دیر نہین ہوتی،

صوبہ بہار مین گورنمنٹ نے چونکہ اردو کی سرکاری حیثیت تسلیم نہین کی تھی، اس لئے وہان اردو پریس نے کبھی ترقی نہین کی، اب چونکہ اردو کی سرکاری اور عدالتی حیثیت کم از کم نصف صوبہ بہار کے لئے تسلیم کر لی گئی ہے، اس لئے وہان کے اردو پریس پر ان ہی چند مہینون مین خاطر خواہ مفید اثر پڑا ہے، یہ کس قدر تعجب سے سنا جائیگا کہ ابتک پورے صوبہ مین اردو کا کوئی مشین پریس تک موجود نہ تھا، مولوی شفیع صاحب داؤدی اور ان کے رفقاء کی کوششون سے پٹنہ مین مشترک سرمایہ کے اصول پر ایک قومی پریس قایم ہوگیا ہے، جسمین اردو انگریزی کے ٹائپ اور لیتھو کے دستی اور مشین پریس برقی طاقت سے چلتے ہین، اس انتظام سے اول تو وہان کے اخبار **اتحاد** سہ روزہ کی لکھائی چھپائی اور اشاعت مین ترقی ہوگی، دوسرے ملک کے دوسرے اہل قلم حضرات کو عمدہ اردو پریس نہ ہونے کے سبب اردو اخبارون اور رسالون کی اشاعت مین جو رکاوٹ تھی وہ بہر حال کم ہوگئی،

پروگریس (انگریزی) ہفتہ وار اخبار، اڈیٹر سید نجم الہدیٰ گیلانی، قیمت صر، پتہ قومی پریس پٹنہ،

اس قومی پریس سے یہ ایک انگریزی ہفتہ وار اسلامی اخبار نکلنا شروع ہوا ہے، اسکا مقصد مسلم کانفرنس کے اغراض کی اشاعت اور حمایت ہے، ابتک اس کے جو پرچے نکلے ہین، وہ ہر طرح امید افزا ہین، انگریزی کے ہفتہ وار اسلامی اخبارون کو تمدنی و اخلاقی و تاریخی مضامین کی اشاعت کا بیجا شوق ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ پروگریس کو اس بے محل صرف قابلیت سے بچایا جائے، اور اسکو خالص سیاسی اور اخباری مضامین تک محدود رکھا جائے، مخالفین کے جواب مین متانت اور سنجیدگی کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے، صوبہ بہار کے مسلمان امید ہے کہ وہ اپنے اس ہونہار نونہال کی ہمت افزائی کرینگے، ورنہ عام خریدارون کے بغیر کوئی شخصی یا جماعتی سرمایہ کوئی قومی اخبار پیدا نہین کر سکتا،

بہارستان، اڈیٹر عبد الجبار وحیدی و اصغر مجیبی، قیمت سالانہ ے، ضخامت ۵۲ صفحے، دفتر بہارستان پٹنہ،

یہ رسالہ اپریل سنہ گذشتہ سے نکلتا ہے، اسمین زیادہ تر صوبہ بہار کے اہل قلم کے ادبی مضامین نظم و نثر ہوتے ہین، صوبہ کے پر جوش نوجوانون کی قلمی مشقون کا یہ جولانگاہ ہے، امید ہے کہ صوبہ کے کہنہ مشق شعراء اور پرانے اہل قلم ان

نوجوانون کی رہبری فرمائینگے، رسالہ نہایت سلیقہ سے مرتب ہوتا ہے، جو چند مختلف ابواب "تقریب" "مقالات" "افسانہ" "تاثرات" اور "تفنن" وغیرہ مین منقسم ہے، تقریب مین ہر مہینہ کے مضمون نگارون کا تعارف کرایا جاتا ہے، لیکن اس سلسلہ تقریب و تعارف سے رسالہ کے مضمون نگارون کی ہر مہینہ طرح طرح سے بھبتی کرنا حد درجہ ابتذال ہے اور اسی طرح ان مضمون نگارون کو جنھون نے ابھی قلم پکڑا ہے بڑے بڑے القاب و آداب سے مخاطب کرنا اور انکی تعریفون کے پل باندھنا، نوجوانون کے لئے سخت گمراہ کن ہے، اور ان کو بر خود غلط بناتا ہے، اور انکی آیندہ ترقیون کا خاتمہ کرتا ہے، "مقالات" کے ذیل مین ایک دو بلند پایہ مضامین نظر آجاتے ہین، صوبہ بہار کے ممتاز اہل علم ڈاکٹر عظیم الدین صاحب پی ایچ ڈی کے قلم کے نکات و معارف بھی اس کے صفحات مین فلسفہ آمیز شاعرانہ تخیل کے ساتھ نظر آتے ہین، رسالہ کو پٹنہ کے بعض سر برآوردہ صحاب کی ہمدردی بھی حاصل ہوگئی ہے، جو اس کی حوصلہ افزائی مین مصروف رہتے ہین، توقع ہے کہ رسالہ کامیاب ہوگا، اور رفتہ رفتہ کسی اچھے معیار پر آجائیگا،

موج نسیم، ایڈیٹر بہاؤ الدین فیض نیانوی، بی اے، قیمت ہے، دار الاشاعت رحمانی پریس پٹنہ،

یہ رسالہ بھی پٹنہ سے اپریل سے نکلنا شروع ہوا ہے، مضامین تمام تر ادبی ہین، اس کے پہلے نمبر مین بہار مین اردو اچھا مضمون نکلا ہے، ڈاکٹر عظیم الدین صاحب پی ایچ ڈی کے شاعرانہ تخیل نے ہمین بھی نغمہ خودی سنایا ہے، مولینا تمنا کی نظم بھی پسندیدہ ہے، ٹائٹل پر ایک چیف اڈیٹر اور تین تین جوائنٹ ایڈیٹرون کا نام دینا، اچھا نہین معلوم ہوتا، اس اڈیٹرون کے جھرمٹ کے بعد شذرات مین اڈیٹر کے قلم سے کسی کافر ادب کی تقلید مین "انا" کہنا کتاب بے معنی ہے،

ندیم، اڈیٹر انجم ندوی گیاوی، سب اڈیٹر عبد القدوس ہاشمی ندوی، قیمت للعہ، دفتر ندیم، گیا،

دو ندویون کی ادارت مین گیا سے یہ ادبی رسالہ ندیم کے نام سے نکلا ہے، مضامین اچھے ہین، طرز تحریر پسندیدہ، خیالات بلند، مگر صیغہ انا کی بلا یہان بھی ہے، ضرورت ہے کہ انا اور نحن کا فرق ہم سمجھین، ادبی افسانون کی بلند اخلاقی غایت کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے، ادبیات لطیفہ کا بے معنی سلسلہ جہان تک کم کیا جا سکے بہتر ہے، غیر اخلاقی تصویرون کی اشاعت نہ ان اڈیٹرون کی شان کے مناسب ہے، نہ نوجوانون کے مذاق سلیم کی تصحیح ہے،

مطبوعاتِ جدیدہ

یادگارِ نسیم، مرتبہ جناب اصغر حسین صاحب اصغر مصنف نشاطِ روح، مطبوعہ انڈین پریس الہ آباد

لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، بڑی تقطیع، ضخامت مع مقدمہ ۱۶۲ صفحات،

مثنوی گلزارِ نسیم اردو زبان کی ایک مشہور مثنوی ہے، اور ایک زمانہ میں اس کے متعلق کافی تنقیدی لٹریچر فراہم ہو چکا ہو، اب جناب اصغر نے اسکا ایک نہایت عمدہ جدید اڈیشن طلبہ کیلئے شائع کیا ہو، اور اس لحاظ سے بعض خلافِ تہذیب اشعار حذف کر دیے ہین، اور طلبہ کے فائدے کے لئے مفید حواشی اور فٹ نوٹ لکھے ہین، اصل مثنوی سے پہلے ہم مضمون کا ایک مقدمہ لکھا ہو جسمین نسیم کے حالاتِ زندگی، نسیم کی انفرادی ذہنیت، مثنوی کی اجمالی تاریخ لکھی ہے، اور مثنوی گلزارِ نسیم پر مفصل تبصرہ لکھا ہو، مثنوی کے آخر مین نسیم کی غزلون کا ایک مختصر سا انتخاب بھی شامل ہو، اور اس کے بعد چند مشاہیر کی رائین بھی درج ہین، امید ہے کہ یہ اڈیشن نہ صرف طالبعلمون کے لئے بلکہ تمام اربابِ فن کیلئے مفید ثابت ہوگا، جناب اصغر نے یہ کمال کیا ہو کہ گلزارِ نسیم کی مناسبت سے اس دیباچہ کی عبارت بھی اسکی طرح مختصر کٹی کٹی اور پیچیدہ رکھی ہو جو جناب اصغر کے عام روان اسلوبِ تحریر سے مختلف ہو،

انقلابِ افغانستان جلد اول، مرتبہ جناب محمد حسین خان بی اے (علیگ)، سابق ڈائرکٹر جنرل

پبلک انسٹرکشن افغانستان بستی نوجالندھر، لکھائی چھپائی کاغذ تقطیع متوسط ضخامت ۴۸۰ صفحات،

اس کتاب مین مصنف نے جو کئی برس تک افغانستان مین رہ چکے ہین، اپنے ذاتی مشاہدات و معاملات کی بنا پر گذشتہ انقلابِ افغانستان کی تاریخ علل و اسباب کے ساتھ لکھی ہے، اور امان اللہ خان کی کمزوریون اور غلطیون کو دکھایا ہو، شاہ غازی نادر خان کی خدمات و فتوحات کی تفصیل کی ہو، کتاب مین متعدد فوٹو بھی شامل کئے ہین جن سے

کتاب کی دلچسپی اور بھی بڑھ گئی ہو، جو لوگ انقلابِ افغانستان کی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہین انکے لئے یہ کتاب نہایت پر از معلومات ذخیرہ فراہم کرتی ہو،

تذکرۂ پاک، مرتبہ جناب مولوی حکیم حاجی محمد ابراہیم صاحب حمانی، مطبوعہ ہمدرد پرنٹنگ ورکس کیوڑہ میدان مونگیر

لکھائی چھپائی کاغذ معمولی، بڑی تقطیع ضخامت ۲۰۰ صفحات، قیمت عہ علاوہ محصول،

مصنف نے اس رسالہ سے پہلے ایک رسالہ حیات المفسرین کے نام سے لکھا تھا، اور یہ رسالہ اسی کا دوسرا حصہ ہے جسمین سب سے پہلے شیخ محی الدین ابن عربی کے حالات تفصیل سے لکھے ہین، اس کے بعد اور متعدد مفسرین کے حالات ہین، اور چونکہ ان مین بہت سے بزرگ مفسر ہونے کے ساتھ صاحبِ سلوک بھی ہین، اس لئے تصوف کے بعض اہم مسائل پر بھی ان بزرگون کے اقوال و تحقیقات کو جمع کیا ہو، اور بعض بزرگون کی تفسیر کی خصوصیات بھی نمایان کی ہین،

پطرس کے مضامین، یعنی مضامین اے ایس بخاری بی اے (کینٹب) ایم اے گورنمنٹ کالج لاہور،

دار الاشاعت پنجاب لاہور، لکھائی چھپائی، کاغذ متوسط، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۵۵ صفحات،

یہ اے ایس بخاری ایم اے کے دس مضمونون کا مجموعہ ہو، بلکہ جو زیادہ تر تفریحی ہین، مثلاً ہاسٹل مین پڑنا، کتے، "مین ایک میان ہون" وغیرہ وغیرہ، بخاری صاحب پنجاب کے سنجیدہ ظرافت نگارون مین خاص شہرت رکھتے ہین، انکے اس مجموعۂ مضامین کا مطالعہ خالی اوقات کی مفید تفریح کا بہترین ذریعہ ہوگا،

تذکرۂ ریختی، مرتبہ مولوی سید تمکین کاظمی منشی فاضل، ایم اے ایس، ضخامت مع مقدمہ ۱۴۴ صفحات لکھائی چھپائی

کاغذ متوسط، تقطیع خورد، قیمت عہ، ملنے کا پتہ مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی حیدر آباد دکن،

ریختی گوئی اگرچہ اخلاقی پایہ سے ایک گری ہوئی چیز ہے، تاہم ادبی حیثیت سے اسکی اہمیت سے انکار نہین ہو سکتا، اس سے عورتون کی زبان محاورات، لباس، زیورات اور رسم و رواج کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی ہین، عام طور پر مشہور تھا کہ سید انشا اور رنگین اس صنفِ خاص کے موجد ہین، لیکن تحقیق سے اسکی غلطی ثابت ہوئی، اور سید انشا و رنگین سے پہلے بھی ریختی گو شعرا کا سراغ ملا، لیکن انکا کوئی جامع و مرتب تذکرہ موجود نہ تھا، اب مولوی سید تمکین کاظمی نے خاص ریختی گو شعرا کا تذکرہ مرتب

کرکے کمی پوری کر دی، جس سے متعدد ریختی گو شعرا کے حالات و کلام ایک جگہ جمع ہو گئے ابتدا مین ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے جس سے ریختی پر مختلف حیثیتون سے بحث کی ہو،

خلفاے راشدین، مرتبہ مولانا محمد عبد الشکور صاحب اڈیٹر النجم لکھنؤ ضخامت ۶۸ صفحے لکھائی چھپائی کاغذ معمولی قیمت ۱۰ ر پتہ :- دفتر النجم لکھنؤ،

اس کتاب مین خلفاے اربعہ کے حالات مختصر طور پر آسان عبارت مین جمع کئے گئے ہین، ابتدا مین ایک مقدمہ ہے جس مین صحابۂ کرام اور خلفاے راشدین کے متعلق ضروری عقائد کا بیان ہی، اس کے بعد مختصر طور پر رسول اللہ صلعم کے حالات ہین، پھر بہ ترتیب خلفاء کا تذکرہ ہے، ماخذ کے حوالے بہت کم دیئے گئے ہین، تاہم جو حالات لکھے ہین صحیح ہین، اور عام مسلمانون مین صحابہؓ کی محبت و عظمت پیدا کرنیوالے ہین،

رومی اور اسلامی ادارۂ غلامی، مرتبہ محمد حمید اللہ (عثمانیہ) ایم اے (دینیات فقہ) ضخامت ۴۴ صفحے، لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، پتہ بزم قانون، عثمانیہ کالج حیدر آباد دکن، قیمت ۴ ر

کلیہ جامعہ عثمانیہ مین ایک خاص مجلس سلسلہ بزم قانون کے نام سے قائم ہے، اور اس سلسلے مین وہ بزم خاص کر اصول قانون، قانون رومہ، شرع محمدی وغیرہ کے متعلق مختلف طلبہ تحقیقات کا کام کر رہے ہین، چنانچہ جناب محمد حمید اللہ صاحب ایم اے ایل ایل بی نے قانون رومہ اور شرع محمدی کے متعلق یہ تقابلی رسالہ لکھا ہی جسمین اسلامی غلامی اور رومن غلامی کا موازنہ کیا ہے، اور مختلف ماخذون سے جنمین انگریزی تصنیفات کے ساتھ فقہ اور حدیث کی کتابین بھی شامل ہین، اس موضوع کے متعلق مستند معلومات جمع کئے ہین، اور اخلاقی حیثیت سے اسلامی غلامی کو رومن غلامی پر ترجیح دی ہو، اس کے ساتھ غلامی کی تاریخ، اور غلامون کے اقسام وغیرہ کے متعلق اس رسالہ مین مفید معلومات مل سکتی ہین،

"ع"

جلد بست و ہشتم ۲۸	ماہ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۱ء	عدد ۲

مضامین

اطلاع

معارف کی اشاعت اخیر ماہ مین ہوتی ہے، اس سے خود ہم کو بھی اور خریدارون کو بھی تکلیف ہوتی ہے، ہم نے کئی دفعہ چاہا کہ آخر کے بجاے اول ماہ مین اشاعت ہو، ورنہ کم از کم وسط ماہ مین ہو جائے، مگر کئی دفعہ کوشش کرنے کے بعد بھی دائمی کامیابی نہین ہوئی، اس نئی جلد سے ہم پھر از سر نو یہ کوشش کرتے ہین کہ آغاز ماہ نہ سہی تو وسط ماہ تک اشاعت ہو جاے، السعی منی والاتمام من اللہ،